

کتب صحاح ستہ کے مختصر حالات لکھے ہیں، قیمت شاید ۴۴ روپے، ضخامت ۲۲ صفحہ، پتہ: عزیز پریس اگرہ،

چند از صد ہزار چند، نواب صاحب موصوف نے اس دوسرے رسالہ میں ان مسلمان مصنفین کے مختصر حالات جمع کئے اور انکی تصنیفات کے نام لکھے ہیں جو کثیر التصانیف ہیں، ضخامت ۲۴ صفحہ قیمت ۲۲ روپے، پتہ: عزیز پریس اگرہ۔

**مرشد**، جناب خواجہ حسن نظامی صاحب کے زیر ادارت اس نام کا ایک نیا رسالہ شائع ہونا شروع ہوا ہے مضامین زیادہ تر خود خواجہ صاحب کے لکھے ہوئے ہیں انکے انداز بیان اور اسلوب تحریر کا جو خاص رنگ ہے اس سے کون آشنائے ذوقِ اردو واقف نہیں، کوشش کی گئی ہے کہ انداز و اسلوب میں سیاسی، اخلاقی اور صوفیانہ مضامین لکھے جائیں۔ قیمت پچھرا سالانہ پتہ: درگاہ محبوب الہی، دہلی

**ثمرۃ الادب**، طلباء دارالعلوم حیدرآباد کی انجمن ثمرۃ الادب کی طرف سے ایک ماہوار اردو رسالہ زیر نگرانی مولانا حمید الدین صاحب بی اے۔ شعبان ۱۳۲۷ء سے نکلتا ہے۔ مولوی عبدالواسع صاحب صفاء مدرس دارالعلوم اس کے مدیر ہیں۔ عثمانیہ یونیورسٹی کے پروفیسر دن کی تحقیقات علمی بھی اس رسالہ کے ذریعہ سے شائع ہونگی قیمت سالانہ ۲ روپے۔

**رسالہ اہل السنۃ والجماعۃ**، معارف کا مشہور و مقبول سلسلہ مضامین "اہل السنۃ والجماعۃ" علیحدہ چھپکرتا رہے۔ جس میں اہل السنۃ والجماعۃ کی لغوی و تاریخی تحقیق اور انکے اصولی عقاید کی تشریح اور سلف صالحین کے مسلک حق کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اختلافات عقلی و فلسفی سے حفظ عقاید کا بھی اسلم طریقہ ہے اور یہی وہ راہ ہے جسکی ہدایت کے لیے قرآن کریم کا نزول ہوا لکھائی چھپائی کا غرض متوسط صفحات ۶۰ قیمت ۸ روپے

————— ❦ —————

رجسٹر نمبر ۷۱۸

جلد دوم

ماہ ذیحجہ ۱۳۳۶ھ مطابق اگست ۱۹۱۷ء

جلد سوم

## مضامین

- |         |      |                              |
|---------|------|------------------------------|
| ۵۹-۵۸   | (۱)  | شذرات                        |
| ۶۵-۶۰   | (۲)  | ہندوؤں کی علمی و تعلیمی ترقی |
| ۷۸-۶۶   | (۳)  | دین حنیف                     |
| ۸۴-۷۹   | (۴)  | مسلمانانِ روس                |
| ۹۳-۸۵   | (۵)  | خطابت العرب                  |
| ۱۰۱-۹۴  | (۶)  | ابوالفدا                     |
| ۱۰۶-۱۰۲ | (۷)  | محبوب الارث                  |
| ۱۰۸     | (۸)  | درس مساوات                   |
| ۱۰۹     | (۹)  | یا وحسرت                     |
| ۱۱۰     | (۱۰) | عرض نیاز                     |
| ۱۱۲-۱۱۱ | (۱۱) | مطبوعات جدیدہ                |

مبادی علم انسانی

پروفیسر عبدالباری ندوی

یہ مشہور انگریزی فلاسفر برکلی کی پرنسپلس آف ہیومن نالج کا اردو ترجمہ ہے اس میں فلسفی ہنکو نے پُر زور دلائل سے مادیت کی تردید کی ہے اور روح اور خدا کے وجود کو ثابت کیا ہے۔ طبع و کاغذ اعلیٰ قیمت مجلد کا غیر مجلد غیر

نمبر دار المصنفین



# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## شدت

علماء کی سطح جامعہ میں روز بروز جنبش بڑھ رہی ہے، مذوق العلماء کے قیام کو تقریباً ۲۰ گزرے، اس کے سالانہ جلسے ملک کے ہر صوبہ میں منعقد ہوئے، اسکی رودادیں اور اصلاحی تحریکیں اسلام کے گوشہ گوشہ میں پھیل چکیں، بظاہر نظر آتا ہے کہ یہ تمام زمانہ بے سود غل شورا و بے غایت ہنگام غوغا میں گزرا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ضعیف سی ضعیف قوت بھی کبھی بے کار نہیں جاتی، اور کمزوری کا آواز بھی بے اثر نہیں رہتی۔ ستران مجید نے اسی فلسفہ کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ، خدا اچھے کام کرنے والوں کی مزدوری کبھی ضائع نہیں کرتا۔

—•—•—•—

مصر و ترکی کے بعد، بعض جزائر ہند کے علماء نے بھی کرڈ لی ہے اور ندوۃ العلماء کے مقاصد کی بنیاد پر ایک انجمن قائم کی ہے، ہندوستان کے مختلف گوشوں سے صرف چند سال کے عرصہ میں علماء کی متعدد انجمنوں بناؤ تائیس کی خبریں آ رہی ہیں گزشتہ سال انجمن علماء بنگالہ میں یہ تحریک کی تھی کہ علماء کو صوبہ دار اپنی اپنی مجلس الگ قائم کر کے کام شروع کرنا چاہیے۔ اس تحریک کے بعد ہندوستان کے دو مشہور صوبوں نے عملی پیشقدمی کی

—•—•—•—

احاطہ مدراس نے سب سے پہلے قدم بڑھایا، اور مجلس علماء جنوبی ہند کی بنیاد ڈالی، اوائل جون

میں ترجیاتی میں اسکا عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا، اور اصلاحی تحریکین منظور ہوئیں، مدرسہ لطیفیہ اور مدرسہ باقیات الصالحات کے کارناموں پر اظہار اطمینان کیا گیا، و اعظون کے تقرر مدارس اوجیہ کے قیام، اور اشاعت اسلام کی کارروائی کے مشورے ہوئے اور اغراض مذکورہ کے لیے ۵۰ ہزار روپیہ کا اعلان ہوا۔

—•—•—•—

ہندوستان کے دوسرے اسلامی صوبوں کے برعکس، مدراس میں سرمایہ اسلامی کی کمی نہیں و بعد الحمد للہ دو برس ہوئے کہ چند پرورش مسلمانوں کی تحریک کے ایک لاکھ زیادہ کا چندہ اشاعت اسلام کے نام سے جمع ہوا، لیکن جمیعت اسلامی کی عام و با، نفاق و مخالفت یہاں بھی موجود ہے۔ سرمایہ ہاتھ میں ہے، لیکن اختلاف یہ ہے کہ پہلے حفاظت اسلام کی کارروائی کی جائے۔ یا اشاعت اسلام کی۔ یعنی پہلے مسلمانوں کو مسلمان بنایا جائے یا غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دی جائے؟ ہمارے نزدیک تو ان دونوں میں کچھ بر نہیں، مسلمان بنو بھی اور بناؤ بھی، اصل یہ ہے کہ مدت کی مسئلہ تو تین آرام طلبی کے لیے ذرا دیر سی باتوں کا بہانہ ڈھونڈھتی ہیں، احباب مدراس مطلع فرمائیں گے کہ آغاز عمل کی آخر کیا صورت قرار پائی ہے۔

—•—•—•—

بنگال کے فیض ہمسایگی نے ہمارے صوبہ کو بھی متاثر کیا، دسمبر ۱۹۰۵ء میں وہاں ایک انجمن علماء قائم کرنے کی تحریک پیل ہوئی، مہینے کے بعد تحریک عمل کی صورت اختیار کی، مشورہ باہمی اور غور و فکر کے بعد انجمن علماء ہمارا قیام ضروری سمجھا گیا، اور آخر ۱۵-۶ شوال ۱۳۲۵ کو شہر بہار میں اس کا عام اجلاس منعقد ہوا، ہمارے مخدوم مولانا شاہ سلیمان صاحب پھولاردی صدر مجلس تھے، یہ خوشی کی بات ہے کہ انجمن کو نظامت کیلئے عالی اور غیور عالم ابو الحسن مولوی محمد سجاد صاحب ہاری ملے، جن نے اسے امید ہوتی ہے کہ انجمن کو اپنے وسیع مقاصد کو انجام دیکے، صوبہ بہار کی تاریخ میں چونکہ یہ پہلا باقاعدہ قومی و مذہبی اجتماع ہے اس لیے مایوس نہ ہونا چاہیے اگر اقتدار مخالفین، جاہ پرستیوں اور منافقوں سے سامنا پڑے، واللہ الموفق،



# مقالات

ہندوؤں کی علمی و تعلیمی ترقی

مسلمانوں کی کوششیں

(۴)

گذشتہ نمبر میں ان ۲۷ ہندو فضلا کے نام گناے گئے ہیں جو تاج کے فن میں ممتاز ہوسے ہیں باوجود اس کے تمام معلومات سامنے نہ تھے یہ داستان اتنی پسلی کہ عدد سابق میں پوری ہوسکی، جہاں سے یہ کہانی چھوٹی تھی وہیں اب پھر شروع ہوتی ہے،

بندرا بن خوشگو | قوم دیش، باشندہ متھرا، اپنے زمانہ کے مشہور استاد فن کا شرف تلمذ حاصل تھا، سراج الدین غیاث آرزو، مرزا عبدلقدار بیدل، محمد افضل سرخوش اور شیخ سعد اللہ گلشن کی صحبتیں اٹھائی تھیں نظم و نثر دونوں میں کمال حاصل تھا، سفینہ خوشگو اور تذکرۃ المعاصرين اور تذکرے لکھ کر نواب عمدۃ الملک امیر خان کی سرکار میں پیش کئے، نواب نے قدروانی کی اور دو روپیہ روزانہ وظیفہ مقرر کیا، نواب کی وفات کے بعد ترک دنیا کر کے عظیم آباد پٹنہ میں اقامت اختیار کی، ۱۱۷۰ھ میں وفات پائی، کتب خانہ بانکی پور میں اس تذکرہ کا جو نسخہ ہے وہ غلام آزاد بلگرامی کا مملوک ہے، اور انہیں کی فرمائش سے ۱۱۸۳ھ میں نقل کیا گیا ہے، گل رعنا کے مولف نے اس تذکرہ کا فائدہ اٹھایا ہے،

پندت کرشنا ند | پندت اندکن کا بیٹا تھا، اس نے تاج شاہان ہند کے نام سے ایک کتاب لکھی، اس کا متعین زمانہ نہیں معلوم، لیکن ۱۱۷۰ھ یعنی تقریباً ۱۷۵۷ء میں موجود تھا،

بدھ سنگھ | قوم کھتری، اس نے سکھ فرقہ کی تاریخ ۱۱۷۰ھ سے اپنے زمانہ تک لکھی ہے، اس کو اس کتاب کی تالیف میں لالہ عجائب سنگھ سے بہت مدد ملی کتاب کا نام رسالہ نانک شاہ ہے، سنہ تالیف معلوم نہیں،

رنگوناٹھ

قابلاً مرہٹہ ہے اس نے ۱۱۷۰ھ میں حالات مرہٹہ کے نام سے انکی تاریخ لکھی،

شیو پرشاو | نواب فیض اللہ خان روہیلہ کی سرکار میں نوکرتھا، ۱۱۹۰ھ میں اس نے تاریخ فیض بخش کے نام سے روہیلہ پٹانوں کی تاریخ لکھی،

مکندرے | اس نے راجہ ہولکر کے سیاسی خطوط کا فارسی میں ترجمہ کیا، ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں خط ہولکر نام ہے، ۱۱۹۰ھ سنہ تالیف ہے،

سوربن لال انیس | ولد رے تولارام قانونگو، قوم کالیہ، باشندہ لکھنؤ، فارسی شاعری میں مرزا فاخر مکیں کا شاگرد تھا، انیس لاجپار کے نام سے ۱۱۹۳ھ میں اس نے مرزا مکیں اور ان کے تلامذہ کا ایک دلچسپ تذکرہ لکھا، اس تذکرہ میں مرزا مکیں کے چہ ہندو شاگردوں کے بھی حالات ہیں،

ہرنام سنگھ | ولد کور داس سنگھ، ملاوہ نواح لکھنؤ کا باشندہ سروتی برہمن تھا، بچپن سے عین الدین خان حاکم بریلی کے زیر سایہ رہا، تاریخ سعادت جاوید اسکی بہترین یادگار ہے، عین الدین خان کا زمانہ حکومت بریلی ۱۱۹۵ھ تک ہے،

رنچورجی | ولد امرجی دیوان، رنچورجی نے ۱۸۲۳ء مطابق ۱۱۹۵ھ میں تاریخ سمورت لکھی، اس میں جو ناگزیر اور ناگزیر قوم کے حالات درج کئے ہیں،

پٹھی نرائن شفیق | لاہور وطن تھا، اس کا دادا عالمگیر کے ساتھ مہم دکن میں گیا، اور اورنگ آباد دکن میں سکونت اختیار کر لی، اس کا باپ راسے منسارام نواب آصفیہ کا دیوان تھا، پٹھی نرائن شفیق ان ہندو فضلا میں سے ہے

جنکی قابلیت اور علم پر زمانہ محترم کر سکتا ہے، علامہ آزاد بلگرامی کا شاگرد اور عالیجاہ بہادر کے مسلک ملازمین میں داخل تھا، تاریخ کا ذوق استاد آزاد سے ورثت میں پایا تھا، چنانچہ اس فن میں اسکی متعدد تالیفات ہیں، گل رعنا اور شام غریبان دو شعرا کے تذکرے ہیں، ۱۱۷۰ھ میں حقیقت تھا، ہندوستان لکھی، خلاصۃ الہند

بھی اسی کی تصنیف ہے، تواریخ آصفی اسکی پانچویں تالیف ہے، لیکن سب بہتر اور عمدہ تر تصنیف بساط الغنائم ہے،



جس میں اس نے مرہٹوں کی تاجی قلمبندی کی ہے،

ہر سکھ واسے | جیون داس کا بیٹا، اور بسنت راسے کا پوتا، قوم کھتری، وطن لاہور، اس نے اپنے ماموں سرسی نارائن کے مشورہ سے ۱۲۱۴ء میں مجمع الاخبار لکھنی شروع کی، اور ۱۲۲۲ء میں اسکو اختتام کو پہنچایا، اس سے چند سال پیشتر ۱۲۱۰ء میں زبدۃ القوائین نام ایک منایت کا رآمد اور پر معلومات کتاب لکھ چکا تھا اسکا ذکر لکھنی منشی منال | ولد منشی بہادر سنگھ، دفتر خالصہ شاہی کے منشی تھے، شاہ عالم کے روزنامہ لکھنے پر مامور تھے یہ روزنامہ شاہی، کتب خانہ بانکی پور میں موجود ہے، اس سے منشی مصوف کی لیاقت تحریر اور قوت مشاہدہ ثابت ہوئی روزنامہ لکھنے کا آخری درق شاہ عالم کے صحیفہ حیات کے اختتام پر ۱۲۲۱ء تمام ہوتا ہے،

راسے امر سنگھ خوشدل | ولد جیون رام کا بیٹہ، اصلی وطن کٹرہ مانیکپور تھا، نواب شجاع الدولہ کے عہد میں سرکار خانیپور کا ناظم (حاکم اعلیٰ) تھا، امر سنگھ منایت لائق اور جمل تھا، تعلیم سے فارغ ہو کر ہمارا راجہ اجیت سنگھ راجہ بنارس کی سرکار میں نوکر ہوا، اور آخر سرکار کپڑی کی طرف سے علی گڑھ کا ناظم مقرر ہوا، اس نے تاریخ فرماںروایان ہندو لکھی ہے جو آغا ز سے بیکر سلطان علاؤ الدین غوری کے زمانہ پر ختم ہوئی ہے، اسکی دوسری تاریخی تصنیف بزم خیال ہے جس میں خاص مشاہدات اور احوال موجودہ کی بنا پر اپنے ملک کے حالات لکھے ہیں، اس کتاب کی بڑی جھڑپ یہ ہے کہ ۱۲۱۰ء تک ساتھ ساتھ انگریزوں کے حالات بھی لکھتا گیا ہے، ۱۲۲۵ء میں وفات پائی،

دولت راسے | منشی دولت راسے کا بیٹہ، بہادر خان اتونی ۱۲۲۲ء بانی ریاست بہاولپور کے صاحب خاص تھا بہاولپور کا خاندان عباسی ہے، اس مناسبت سے مرآۃ دولت عباسیہ کے نام سے بہاولپور کی تاریخ لکھی، ۱۲۱۰ء میں یہ کتاب چھاپی گئی تھی،

راسے ہنگوان داس | کا بیٹہ، تخلص بہ ہندی، ولد پست داس، ساکن کاپڑی، تعلیم و تربیت لکھنؤ میں ہوئی، مولوی سید یوسف سہارنپوری سے تحصیل علم کی، نواب آصف الدولہ کی سرکار میں معزز عہدہ پر متنازع ہوئے، پھر معتمد الدولہ بہار راجہ کمیت راسے نائب دیوان شاہ اودھ کی مصاحبوں میں داخل ہو گئے، دو ذکر سے انکی علمی زندگی کی یادگار

حدیقہ ہندی اور سفینہ ہندی، حدیقہ میں گذشتہ شعراء اور سفینہ میں معاصرین کے حالات ہیں، اسکی تالیف کا زمانہ ۱۲۱۹ء ہے،

مہن سنگھ | مہن راسے ہلکری سرکار میں ملازم تھا، عربی و فارسی علوم میں ہر وہ وافر گستا تھا، آفاقی فرانسس و قانع ہلکری کے نام سے ہمارا و ہلکری ریاست اندور کے حالات لکھے، ۱۲۲۲ء میں یہ کتاب ختم ہوئی،

منشی چیتل | ولد راسے پران چند، اسکی سب سے نادر تصنیف تو دیوان پسند ہے، جس میں مالیات ہند پر اس نے بحث کی ہے لیکن اسکی تاریخی تصنیف عمارات الاکبر ہے، نام سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر آباد کی عمارتوں کا حال ہوگا، اسکی پہلی تصنیف ۱۲۲۵ء کی لکھی ہوئی ہے، اس سے زمانہ معلوم ہو سکتا ہے،

بسادن لال شادان | بلگرام کا باشندہ، امیر الدولہ محمد امیر خان کے دربار میں نائب میر منشی تھا، اور اسی کے حکم سے ۱۲۲۰ء میں امیر نامہ لکھی، یہ درحقیقت امیر خان کی سوانح عمری ہے،

سند لال کول | ولد نوبت راسے، متحرک باشندہ دفتر خالصہ میں میر منشی تھا، ۱۲۲۱ء میں اس نے گل بیخراں لکھی جو چار باب پر مشتم ہے، تین پہلے ابواب میں دہلی، متھرا اور بندر بن کے حالات ہیں، اور چوتھے میں افسانہ ہے،

منشی سداسکھ لال | تخلص بہ نیاز، نجف خان کے زمانہ میں یہ آگرہ کے سررشتہ دار تھے، ۱۲۲۲ء میں ۶۵ برس کی عمر میں دلی چور کر الہ آباد آ گئے تھے، مرزا قلیل، میر تقی و خواجہ میر درد وغیرہ کے معاصرین میں تھے، الہ آباد میں منتخب التواریخ نام ایک کتاب لکھی، سرسہری الیٹ اپنی تاریخ میں اسکا حوالہ دیتا ہے،

بہادر سنگھ | ہزاری مل کا بیٹا اور لکھی چند کا پوتا تھا، اصل وطن گونشا بہمان آباد تھا، لیکن الہ آباد میں سکونت اختیار کر لی تھی، یہاں عربی فارسی اور ہندی کی تاریخی کتابوں سے مواد فراہم کر کے یادگار بہادر کی کے نام سے تمام دنیا کی تاریخ لکھی، اسکا سال اختتام ۱۲۲۹ء ہے،

رتن سنگھ | منشی الملک فخر الدولہ دبیر الملک راجہ رتن سنگھ زخمی، جاے پیدائش لکھنؤ، قوم کا بیٹہ، اسکا خاندان تین پشت سے دربار اودھ میں معزز عہدوں پر متنازع تھا، رتن سنگھ بہت بڑا جمل اور علامہ وقت تھا، اسکی اصلی



کمالات فلسفہ کے زیر عنوان ظاہر ہو گئے، اسکا دادا راجہ بھگوان داس نصف الدولہ کا ایام شاہزادگی میں آیا اور عہد حکومت میں دیوان ہوتا، رتن سنگھ نے بچلہ اور تصنیفات کے سلطان التوائیج نام کتاب شاہانہ کی تالیف میں لکھی، ۱۸۵۰ء میں ساٹھ برس کی عمر میں یہ کتاب اس نے ختم کی،

رام سیتا سنگھ | تخلص بہ فکرت، اس نے منشی سیتل سنگھ بخود کے حالات میں حقیقتاً سے بچوڈ کے نام سے ایک کتاب لکھی جو ۱۸۴۸ء میں جیکر شائع ہوئی،

پنڈت بشن زائن | مولف نظارۃ السند فن تالیف میں ہے، زمانہ نہیں معلوم، لیکن ایشیاٹک سوسائٹی کے اسکا جو نسخہ ہے وہ ۱۸۵۰ء کا لکھا ہوا ہے،

لالہ سیتل چند | اگرچہ میں رہتے تھے، غدر سے بہت پہلے مدرسہ آگرہ میں مدرس تھے، اخون نے تعریف لکھا کہ نام سے نہایت محنت کاوش اور تحقیق سے اکبر آباد آگرہ کی ایک ایک عمارت کا حال لکھا، اور اس کے نقشے شامل یہ کتاب نہایت مفید اور پر از معلومات ہے، لالہ صاحب غدر سے بہت پہلے مدرسہ آگرہ میں مدرس تھے، منشی ہتاب سنگھ | قوم کا بیٹہ، ستوطن کا پور، مولف تالیف تاریخ ہزارہ، اسکا قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں

آگرہ ہاری لال | مولف تاریخ ظفر دکن، اسکا قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں ہی، حال سنہ نہیں معلوم، فلسفی کے لقب سے مشہور راجہ کندن لال | اپنے زمانہ کے مشہور جنرل تھے، فلسفی کے لقب سے مشہور تھے، دہلی وطن تھا، ۱۸۳۳ء میں قسطنطنیہ لکھی، انکی ایک تاریخی تصنیف تنبیح الاخبار ہے جس میں زیادہ تر خود اپنے حالات لکھے ہیں،

تین اور چار دہخندوں میں ۱۸۴۸ء میں ہندو مورخوں کا تذکرہ ہوا، انکے زمانوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو سکتا ہے صرف دہائی سو برس کی مدت کے اندر پیدا ہوئے ہیں، یہ تعداد بھی بہت کچھ بڑھ سکتی ہے، کیونکہ ہندوستان کے سینکڑوں ہزاروں ذاتی کتب خانوں کے معلومات حاصل کرنے کے ذرائع ہمارے پاس نہیں ہیں، بہت سی ایسی کتابیں ہیں جو جاہل خاندانوں کی غفلت کی نذر ہو گئی ہیں، تاہم اتنی مختصر تعداد سے بھی ہکوتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ سکولوں اور کالجوں کے عہد میں سوا سو برس کے اندر انگریزی کے ہندو مورخین اتنے بھی پیدا ہو سکے،

پھر اس نکتہ کو بھی فراموش نہ کرنا چاہیے، آج انگریزی تالیف کی کچھ کتابیں جو بنگالی یا دکنی برہمن مصنفین کے قلم سے نکل چکی ہیں، وہ صرف یونیورسٹیوں کے ہمارے پڑھائی گئی ہیں، کہ وہ کورس میں داخل ہو سکیں، اور ان سے کچھ تاجرانہ منافع حاصل ہو، لیکن گزشتہ شاہی زمانہ کے مصنفین کی یہ حالت نہ تھی، انکا محرک یا محض شوق علمی تھا یا سلاطین اور امراء ملک کی قدر شناسی،

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ باہرین ہمہ آجکل تالیف کی جو کتابیں ہندوستانیوں نے لکھی ہیں بالکل جاہلی ہیں وہ زیادہ تر کتابوں کی ورق گردانی اور اگلے مصنفین کی دانائی کے ساتھ نقل صوت ہے، وہ صحیفہ فطرت کے مطالعہ کے بعد نہیں، بلکہ محض کتب خانوں کی الماریوں کی تلاش کے بعد لکھے گئے ہیں، وہ دنیا کی وسیع فضا میں چل پھر کر نہیں بلکہ بلند ایوان لائبریریوں کے قید خانوں میں جھک کر ترتیب پائی ہیں، اپنی آنکھوں سے مشاہدہ حقائق اور استنباط نتائج کی بنا پر نہیں لکھی گئی ہیں بلکہ صرف اپنی دماغی محنت و کاوش اور کتابی تلاش و تفحص کی مدد لیکن جن اگلے ہندو مورخوں کا ہم نے تذکرہ کیا ہے انکی تصنیفات زیادہ تر شاہدہ فطرت، معائنہ حقیقت، اور مطالعہ واقعات کے نتیجے ہیں،

ان مصنفین کے حالات پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان میں زیادہ تر ایسے تھے جو شاہی دفاتر کے ذمہ دار فسر تھے، ان میں بہت سے دفتر شاہی کے منشی، وقایع نویس اور دیوان تھے، انکی نگاہ سے سلطنت کا کوئی مارچھپا نہ تھا، سیاسی، انتظامی، اور مالی ایک ایک جزئی واقعہ پر انکو عبور تھا، اسلئے وہ جو کچھ دیکھتے تھے وہی لکھتے تھے، اور یہی سبب ہے کہ انکو اپنے تاریخی اوراق کے مرتب کرنا سب سے بہتر موقع مہیا ہوتا



## دین حنیف

مولوی ابوالحسنات مذہبی رفیق دارالافتاء

انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والأرض حنیفاً وما أنا من المشرکین

مذہب اسلام کا دعویٰ ہے کہ وہ دین حنیف کا نقش کامل ہے، احادیث نبوی میں متعدد مقامات

مذکور ہے انی بعثت علی الحنیفۃ السہلۃ البیضا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند کریم نے اس طرح مخاطب کیا اور

وَجِئَکَ لِلدِّینِ حَنِیْفًا وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ قرآن مجید میں لفظ حنیف متعدد مقامات پر استعمال کیا گیا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جہان جہان تذکرہ ہے تقریباً ہر جگہ حنیفاً و ماکان من المشرکین کا بالاتراد

کیا گیا ہے،

ان آیات قرآنی اور احادیث نبوی پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حنیف کوئی مستقل اور ہم

لیکن افسوس ہے کہ کتب تفسیر کا موجودہ ذخیرہ اس حقیقت کے انکشاف کا کوئی گران قیمت سرمایہ نہیں

عام سائل کی طرح اس باب میں بھی یہ غلطی کی گئی ہے کہ اقوال الناس کے سامنے اصل قرآن کریم کی طرف مراجعہ

پہنچا گیا ہے،

ذیل کے صفحات میں اسی لفظ حنیف کی حقیقت و اصلیت کو کتب لغت، روایات ملل و نحل اور

قرآنی کی مدد سے واضح کر نیکی کوشش کی جاتی ہے جس سے امید ہے کہ یہ راز سرسبز منکشف اور بے نقاب

ہو جائے کہ دین حنیف کیا ہوتا اور اسکے اصول کیا تھے،

آئندہ بیان سے معلوم ہوگا کہ لفظ حنیف سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کی شان میں استعمال کیا گیا

آپ ہی مذہب اس نام سے موسوم ہوا، اسلئے اس لفظ کو آپ کی زندگی آپ کے قومی مذہب اور آپ کی دعوت

ایک قدرتی وابستگی ہے، اس بنا پر سلسلہ بحث میں آپ کے قومی مذہب اور آپ کی دعوت حقہ کا ذکر ناگزیر ہے

سب سے پہلے میں انہیں امور کی تشریح کی طرف متوجہ ہوتا ہوں،

لیکن اس موقع پر ایک اور امر کو واضح کر دینا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ عربی تاریخوں میں

قوم ابراہیم (صائبہ) کے عقائد، عبادات، اور رسوم و رواج کے بیان میں بکثرت اختلاف روایات ہیں لیکن

یہ تمام اختلافات میرے زیر بحث زمانہ سے بعد کے ہیں، اور انکی صورت یہ ہونی لگی کہ مثلاً جب یہودیت کی

نسب و اشاعت ہوئی، اس نے زور پکڑا اور اپنی حکومت اور اپنا تمدن قائم کیا تو صائبہ جو زمانہ قدیم سے

موجود تھے ناگزیر طور پر اس کشمکش سے متاثر ہوئے، اور ان حالات کی بنا پر انکے اعتقادات و رسوم میں کئی تبدیلیاں

پیدا ہو گئیں، پھر جب نصرانیت کا ظہور ہوا اور اس نے اپنا سکھ بھایا تو تبدیل حالات کے ساتھ صائبہ کے

سطح عقائد میں بھی ناہمواری پیدا ہوئی، اور انکے اعتقادات و رسوم پر نصرانیت کا رنگ بھی کچھ چڑھ گیا نیز

خود قوم صائبہ میں بڑے بڑے دانشمند فلسفی پیدا ہوئے جنہوں نے وقتاً فوقتاً مختلف اصلاحات و تبدیلیاں

کیں، ان اسباب کی بنا پر صائبیت کی حقیقت میں بہت سے اختلافات نظر آتے ہیں، یہ اختلافات ہمارے

کارہ بحث سے خارج ہیں، کیونکہ ہماری بحث صرف اس زمانہ کے عقائد سے وابستہ ہے جب س قوم میں

حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے، مقصد صرف یہ دکھانا ہے کہ بعثت ابراہیمی کے وقت صائبہ کے

عقائد کیا تھے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان میں کیا اصلاحات کیں اور آپ کی دعوت کس بنیاد پر تھی؟

انکے دین حنیف کی حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے،

قوم ابراہیم کا مذہب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا مذہب صائبیت تھا، انہیں

ابراہیمی میں ہی دنیا کا عالمگیر مذہب تھا، عراق، شام، مصر، ہند، عرب اور چین گویا اس وقت کی تمام مہذب

دنیا کے لوگ اسی مذہب کے پیرو تھے، موقع کے اقتضا کی بنا پر بہت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہب کے

اصول و معتقدات کو کس قدر تفصیل سے لکھا جائے، پھر اسکی مختلف شاخوں کی باہمی جزئی اختلافات کو بھی

مختصر لفظوں میں بیان کیا جائے تاکہ حقیقت و تاریخ دین حنیف کے ساتھ قرآن مجید کی بعض آیات متعلقہ



دین صائبہ کی صحیح تشریح بھی معلوم ہو،

تاہم مذاہب عالم کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ تمام مذاہب نے خدا کے وجود کو تسلیم کیا ہے لیکن انکی گمراہی نظام عالم، قدرت خدا، مشرقات عالم اور تعلقات خالق و مخلوق وغیرہ مسائل کے عدم فہم پیدا ہوئی ہے، یہاں تک کہ بعضوں نے اجرام فلکی کو نظام عالم کا باعث حقیقی تصور کیا، بعضوں نے خدا اور بندوں درمیان چاند، ستارے اور آفتاب وغیرہ کو علاقہ قرار دیا، اور بعضوں نے بتوں، بہن، روحانیات کا حلول تصور کیا، انکے آگے سراطعت جھکایا،

پیش نظر فرقہ صائبہ کا بھی یہی حال تھا کہ وہ خدا کے وجود کو تسلیم کرتا تھا لیکن اسکی گمراہ کن عقیدہ یہ تھی کہ خدا اور بندوں کے درمیان اسکی معرفت، اسکی طاعت اور اسکے تقرب کے لئے ایک علاقہ اور ذریعہ وجود کی ضرورت ہے، نیز وہ علاقہ روحانیات کی پاکیزگی و لطافت کی بنا پر روحانیات ہی میں سے ہونا چاہیئے، جہاں روحانیات میں سے بہنیں جو ہماری ہی طرح کماتا، پیتا اور تمام جہانی آلائشوں سے ملوث ہو اسی بنا پر وہ کہا کرتے تھے کہ

لَئِنْ اطَعْتُمْ نَشْرَائِمْكُمْ أَنْتُمْ إِذَا لُحِثْتُمْ دُونَ

اسکی اس گمراہ کن نظریہ نے اسکے اندر اختلافات آرا کی بنیاد ڈالی، اور روحانیات کا علاقہ و واسطہ تلاش کرنے میں کسی کی نگاہ آسمان اور اجرام فلکی تک جا پہنچی، اور کسی کی مٹی کے تودوں اور پتھر کی بنی ہوئی صورتوں پر چل گئی، اور اس طرح یہ قوم کو اکب پرستی اور بت پرستی میں مبتلا ہو کر فاطر السموات والارض کی تسلیم و عبادت کو دور جا پڑی،

کو اکب پرست اور انکا اعتقاد اس فرقہ نے یہ عقیدہ قائم کیا کہ بے شبہ انسان اور خدا کے درمیان ایک علاقہ کی ضرورت ہے اور یہ بھی لازم ہے کہ وہ علاقہ روحانیات میں سے ہو، لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہونا چاہیئے کہ وہ علاقہ

کسی نہ کسی ذریعہ سے ہمارے سامنے بے پردہ اور نمایان ہو کہ بہن اسکے تقرب کا موقع حاصل ہو، ورنہ غیر اس

تقرب کے ہم کو خدا کا تقرب حاصل نہیں ہو سکتا،

اس بنا پر جب اس نے محسوسات و معنیات عالم پر نظر ڈالی تو سب سے زیادہ نظام عالم میں دخیل اجرام فلکی کو پایا، اس سے یہ خیال قائم کیا کہ عالم محسوسات میں روحانیات سے قریب تمام اجرام فلکی چاند، ستارے اور آفتاب ہیں، اس نتیجہ تک پہنچ کر اس فرقہ نے سیارات، سیج کے سات ہمیکل قائم کئے، پھر ان ستاروں کے منازل، مطلع و منارب، اشکال طبعی، ایام و ساعات مقرر کئے اور انکے لئے الگ الگ شہر و ممالک تقسیم کئے، پھر انکے قابو میں لائیکے لئے مختلف مشتر تعویذ گنڈے، اور دعائیں اختراع کیں، اور ہر ستارہ کیلئے اسکے عمل و تاثیر کے لحاظ سے ہفتہ کا ایک ایک دن تقسیم کیا، مثلاً زحل کے لئے بیچر وغیرہ، اور ہر دن میں ستاروں کے کمال ظہور و تاثیر کی بنیاد پر مختلف اوقات مقرر کئے، گویا اس طرح اس نے اپنی عبادت کا طریقہ اور اسکے لئے اوقات وضع کئے، انکی حاجت طلبی و دعا کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی حاجت پیش آتی تو غسل کر کے خاص قسم کے کپڑے پہنتے، خوشبو لگاتے اور بخارات جلا کر جس طرح کی حاجت ہوتی اسی تاثیر والے ستارے کے دن میں ساعت اولیٰ کو ملحوظ رکھ کر پہلے اس ستارہ کی پوجا کرتے پھر اسی وقت میں کوئی گنڈہ تعویذ لکھتے یا کوئی انگوٹھی بنا کر پہنتے،

صائبہ اپنی اصطلاح میں ان ستاروں کو ارباب یا آلہ کے نام سے پکارتے تھے اور خدا کو رب الارباب یا اللہ اللہ کہتے تھے، لیکن ان میں ایک وہ فرقہ بھی تھا جو آفتاب کو اسکی روشنی اور بڑائی کی وجہ سے رب الارباب اور اللہ اللہ کہتا تھا، صائبہ کے خیال میں روحانیات کو ان ہی اکل یعنی سیارات سے ہی علاقہ ہے جو انسان کی روح کو اسکے جسم سے ہے، روحانیات کا تصرف بھی اسی طرح کا ہے جس طرح روح انسانی کا اسکے جسم ارادہ اور تحریکات پر،

ای گم کردہ راہ قوم کی فتنائیں کے آثار و علامات آج تک دنیا میں علم نجوم، طلسمات، کہانت، جھگم، تعویذ، اور نقش و خاتم کی صورت میں اپنے جوسے دکھا رہے ہیں،



بت پرست اور انکا اختلافی تخیل | اس فرقہ نے اپنے تخیل کی عمارت اس بنیاد پر قائم کی کہ جو خدا تک یا روح خدا تک پہنچنے کے لئے درمیانی وسائل اور توسط کی تو ضرورت ہے لیکن ان وسائل کو ایسا ہونا چاہیے کہ ہماری آنکھوں انکو دیکھ سکیں انکی قربت حاصل کر سکیں، انہی سے مخاطب ہو سکیں جب تک یہ شرائط موجود نہ ہوں صحیح تقرب حاصل نہ ہوگا، رہ گئے ہیں اکل اپنی سیارات سے انکا یہ حال ہے کہ وہ ہم سے بہت دور ہیں، انکے لئے طلوع و غروب کے اوقات ہیں وہ صرف راتوں کو ظاہر ہوتے اور دن کو چھپ جاتے ہیں، ان حالات کی وجہ سے ہماری صحیح توجہ انکی طرف کیونکر ممکن ہو، حالانکہ جو تقرب انہی کے حصول کے لئے انکی طرف کامل توجہ کی ضرورت ہے، اس ضرورت کی بنا پر ہم بت اور مجسمے بنانے چاہتے ہیں جنکو ہم اپنے روبرو رکھ سکیں، جن سے ہم قریب تر ہو سکیں جنکے آگے ہم جھک سکیں، اور جن سے ہم ہر وقت اپنی مراد میں مانگ سکیں تاکہ بتوں کے ذریعہ سے ہمارے اور ہمارے اکل کے ذریعہ سے روحانیات اور روحانیات کے ذریعہ سے خدا کا تقرب حاصل کر سکیں، اسی نتیجہ فکر بنا پر اس فرقہ نے بتوں کی پوجا شروع کی، اور اس بت پرستی کے لئے تاثیرات اجرام فلکی کو ملحوظ رکھ کر خاص وقت اور دن مقرر کئے، عبادت کے لئے جداگانہ لباس وضع کئے، اور بتوں کے آگے روشنی اور بخورات جلانے کی رسم نکالی،

حضرت ابراہیمؑ کا کنبہ اور بگاری | بت پرستی کے تخیل نے بت گری کی صنعت ایجاد کیا، یہودیوں اور مسلمانوں کے کتب مذہبی سے ثابت ہوتا ہے کہ اس صنعت میں حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کا کنبہ سب بالا دست تھا، چونکہ بتوں کی صورت میں سیارات سے کی مشابہت و خصوصیات اور انکے تراشے میں مراعات بحیثیت کی ضرورت تھی اسلئے کسی قدر وثوق رکام تھا، ان شرائط کی پابندی کے ساتھ سب زیادہ اچھے بت حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کے گھرانے میں تراشے جاتے تھے، آپکا باپ آذر اس وصف میں مشہور تھا، اسلئے آپکی قوم آپ کی بیان سے بت خرید کر لیتی تھی،

استشہاد قرآنی | انہک جو کچھ صائبہ کے عقائد و خیالات کے متعلق بیان کیا گیا ہے، اسکا ذخیرہ کتب میں ملے گا

اور تاریخی روایات ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا قرآن مجید بھی اس فرقہ کے ان اعتقادات کو ظاہر کرتا ہے؟ اسکا جواب اثبات میں ہے، اسلئے اب قرآنی شہادتوں کو پیش کیا جاتا ہے تاکہ اس بیان سے دین حنیف کی حقیقت پر روشنی پڑے اور یہ معلوم ہو جائے کہ وہ دعوت ابراہیمیؑ کیا تھی جبکا دوسرا نام دین حنیف مشہور ہوا، اوپر لکھا جا چکا ہے کہ صائبہ دو فرقوں میں منقسم تھے، اکو اکب پرست اور بت پرست، قرآن مجید میں دونوں فرقوں کا ذکر مذکور ہے، اس موقع پر قرآن ہی کے الفاظ میں اس تذکرہ کو پیش کر دینا مناسب ہے، صائبہ بت پرست کا ذکر قرآن میں | قرآن مجید سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا گھرانہ بت پرست تھا یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام نے اپنی دعوت اصلاح کی پہلی آواز بلند کی تو اس میں اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے خاص طور پر اپنے باپ آذر کو بھی مخاطب کیا، قرآن اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ دُشْدًا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِعِلْمِنَا  
إِذْ قَالَ لَا مَبْرَءَ لَكُمْ مِنْهُ مَا هَذَا إِلَّا تَمَثَّلَ  
الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ (سورۃ انبیاء)

ہم نے اس سے پہلے ابراہیمؑ کو اسکی ہدایت دی اور ہم اسکو  
جانتے ہیں جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ ان  
بتوں میں کیا دھڑا ہے، انکو تم گھیرے رہتے ہو،

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ کی قوم اور خود آپکا کنبہ بت پرست تھا جسکی تردید کیلئے آپ نے یہ آواز حق بلند کی اسی طرح ایک اور مقام پر ہے،

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آذَرَ اتَّخَذَ آفَئَةً مَّا  
لَهُمْ إِلَٰهَةٌ إِلَّا أَنْتَ فُتُوكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ، (انعام)

اور جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آذر سے کہا کہ تم کیوں ان بتوں کو  
خدا جانتے ہو میں تو اور تمہاری قوم کو کلمی گمراہی میں مبتلا کرتا ہوں

اس آیت میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ بت پرست صائبہ اپنے بتوں کو الہیہ کے لقب سے  
پکارتے تھے، ان آیتوں کے علاوہ قرآن میں اور بھی تصریحات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ  
نے جس قوم کو دعوت اصلاح دی اُس میں بت پرستی رائج تھی،

اکو اکب پرست صائبہ کا ذکر قرآن میں | قرآن نے بت پرست فرقہ کی طرح کو اکب پرستوں کے عقائد و خیالات کا بھی



تفصیلی تذکرہ کیا ہے، لیکن اسکا طرز بیان بالکل جداگانہ ہے (اسلئے یہ حصہ کسب قدر تشریح طلب ہے) عقاید و خیالات کا تذکرہ اور انکی ترویج و تکذیب قرآن میں حضرت ابراہیم کے حالات کے ذیل میں ہو مثلاً

یہ آیت اس موقع کی ہے جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم عید منانیکے لئے کسی خاص مقام  
 جارہی ہے آپ بھی ساتھ ہیں اتھوڑی دور چلکر اور سارے دن کو دیکھ کر آپ فرماتے ہیں اے یقین دین باریہ ہونو  
 اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم کے حالات کا اچھی  
 مطالعہ کیا تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ اسکی بت پرستی اس بنا پر ہے کہ وہ بتوں میں قدرت خیر و شر تسلیم کرتی ہے  
 اصلاح کی بہترین صورت یہ ہے کہ اسکے اس عقائد کی غلطی ظاہر کیجاسے اور اسپر بداہتہ یہ ثابت کیا جاسے

ان بتوں میں کوئی قدرت نہیں، یہ اپنی تکلیفوں اور راحتوں کا اظہار تک نہیں کر سکتے پھر تو ہری رادہ  
و تکلیف کا باعث کیونکر ہو سکتے ہیں، اس بنا پر آپ نے یہ قسم کھائی اور ارادہ کر لیا کہ

تَوَلَّوْا مَدْيُنَیْنِ ۖ  
قَسَمَ خُذَاکِی تَهَارَیْ بِیْہِیْمِیْنِ تَهْمَارِیْ تَبُوْنِ کَی سَاوْا

ظاہر ہے کہ تمام لوگوں کی موجودگی میں ان بتوں کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا جاسکتا تھا۔  
براہیم علیہ السلام کو اسکی قدرت نہ تھی اسلئے آپ موقع کے منتظر تھے، اب اس موقع سے بہتر اور کوئی نسا  
ہو سکتا تھا جب قوم کے بچے، بوڑھے، عورت، مرد سب کے سب عید کی خوشی منانیکے لئے آبادی سے  
پلے اس موقع کو ختم نہ کرانے بچھڑ جانیکے لئے ستاروں کو دیکھ کر یہ کہا کہ میں پیارہ ہو نہوا لاہوں،

میان پر قرآن کے الفاظ نظر نظرۃ فی النجوم کی جہاں سے مفسرین نے بڑی بڑی تفسیریں لکھی ہیں۔  
 سی نے ستاروں کے آثار و علامات سے حکم لگانا جائز ثابت کیا ہے، کسی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آثار  
 لکھا کہ وہ علم نجوم سے واقف تھے، میری رائے میں ان تفسیروں کو تسلیم کرنا دراصل قرآن کی بلاغت کا انکار ہے۔

یہ فقرہ اپنے موقع استعمال کی خوبی کے لحاظ سے نہایت بلیغ واقع ہوا ہے، فن بلاغت کا ایک عام مسلمہ ہے کہ مخاطب کے جذبات و معتقدات کو ملحوظ رکھ کر جو خطاب کیا جائیگا وہ اپنی تاثیر اور اپنے حسن استعمال کی بنا پر نہایت بلیغ ہوگا،

اس جملہ میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محض مخاطب (قوم) کے جذبات و معقدات کو ملحوظ رکھا ہے تاکہ اس طرح یقینی طور پر آپ کا مقصد حاصل ہو، چونکہ آپ کی قوم ستاروں کے آئنا روعلام کو متیقن تسلیم کرتی تھی اور انکو دیکھ کر جو کچھ اندازہ لگایا جاتا تھا اسکو بالکل صحیح اور سچ مانتی تھی اسلئے ستاروں کو دیکھ کر فی سقیہم سننے ہی فوراً حضرت ابراہیم کو چوڑ کر چلتی ہوئی فَوَلَّوْا عُنْدَ مُدْرِیْنِ (سورۃ الصافات)

قرآن نے اس کو اکب پرست فرقہ کے انہی اعتقادات کو ایک دوسرے موقع پر بھی یوں بیان کیا ہے

لَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاكَوْكَبًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ  
 لَا أَحِبُّ الْآفِلِينَ فَلَمَّا رَا الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَذَا رَبِّي  
 لَمَّا أَفَلَ قَالَ لَنْ نَلْقَىٰ فِي رَبِّيَ لَا كَوْنًا مِنْ  
 قَوْمِ الصَّالِّينَ فَلَمَّا رَا الشَّمْسَ بَا زِيحَةً  
 قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا الْكَبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ  
 إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ

جب اسپرات چھا گئی تو ستارہ کو دیکھ کر کہا یہ میرا رب ہی لیکن جب  
 وہ ڈوبنے لگا تو کہا میں ڈوبنے والی کو دوست نہیں رکھتا پھر جب  
 ماہتاب کو چمکتا دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہی مگر جب وہ بھی ڈوبنے لگا تو کہا  
 اگر میرا رب سیری ہدایت نکراتا تو میں گمراہ قوم میں ہوجاتا پھر جب آفتاب کو  
 چمکتا دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہی ہے سب سے بڑا ہی لیکن جب بھی ڈوبنے لگا  
 تو کہا ای قوم میں ان چیزوں سے بری ہوں جنکو تو خدا کا شریک جانتی ہے

ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستارے، چاند اور آفتاب کے طلوع و غروب کو دیکھ کر خدا کا  
احبابِ اقلین بلند کرنا، اپنی قوم کے آگے بدستہ یہ حجت پیش کرنا تھا کہ یہ تمام چیزیں حادث و فانی ہیں  
جو ہستیاں اس درجہ سرعت کے ساتھ فنا و زوال کو قبول کرتی ہوں وہ کیونکر خدا ہو سکتی ہیں اور پھر تدبیر کا  
زمین پہنچ کر صاف صاف یہ کہنا کہ اے قوم جن چیزوں کو تو خدا کا شریک جانتی ہے میں ان سے بری اور  
میں ہوں، واضح طور پر یہ بتلانا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم ان چیزوں کو خدا کا شریک جانتی تھی



اور خدا کی طرح انکی پوجا کرتی تھی،

آیت فلما دال الشمس باز عتقی بین لفظ ہذا دبی ہذا اکبر سے اس فرقہ کی طرف بھی اشارہ ہے جو آفتاب کو اسکی بڑائی اور نورانیت کی بنا پر رب الارباب سمجھتا تھا جیسا کہ میں روایات مل و نخل اور تالیف بیان سے اوپر لکھ چکا ہوں،

دعوت ابراہیمی یا دین حنیف | حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت ان دونوں فرقوں کی طرف ہوئی تھی آپ ان دونوں کو دعوت حق دی، دونوں گروہ کے آگے حجت تو جید پیش کی اور دونوں سے آپ نے مناظرہ کیا

کیا پہلے آپ بت پرستوں کی طرف متوجہ ہوئے،

الْعَبْدُ وَنَ مَا تَتَّخِذُونَ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ (سورة الصافات)

اور فرمایا،

مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ (انبیاء)

لیکن جب آپ نے یہ دیکھا کہ اس بت پرستی کا سرچشمہ خود آپ کے گھر سے اُبل رہا ہے جب تک یہ بت پرستی کی اصلاح ناممکن ہو تو آپ اپنے باپ آذر کی طرف متوجہ ہوئے کہا

اتَّخِذْ أَصْنًا مَّا لِرَبِّكَ إِنِّي أَرِيدُكَ وَفَوْكَ مَكَ فِي ضَلَلٍ مُّبِينٍ

اور فرمایا،

يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا،

اور بالآخر کبھی سخت لہجہ میں عذاب الہی کا خوف دلاتے ہوئے یہ فرمایا،

يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ الشَّيْطَانُ كَانَ لِلْوَحْيِ عَصِيًّا

ای باپ تو شیطان کی پوجا کر اسلئے کہ شیطان خدا کا نافرمان ہے

يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمْسَكَ عَذَابُكَ مِنِّي الرَّحْمَنُ

ای باپ میں ڈرتا ہوں کہ تجھے اللہ کا کوئی عذاب نہ آجائے

پھر اس طرح انکے مذہب کی تردید و تکذیب اور اظہار خوف و وعید کے بعد آپ نے انکو طریق ہدایت کی دعوت دی اور فرمایا،

يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي

ای باپ مجھے اللہ کی طرف سے وہ یقین ملا ہے جو تجھے نہیں ملا ہے

أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا

میری اطاعت کر میں تجھے سیدھی راہ بتاؤں گا،

لیکن جب آپ کو ان باتوں کا جواب قوم کی طرف سے یہ ملا،

قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَمَا هُمْ عِبْدِينَ  
اور اپنے باپ آذر کی طرف سے یہ  
ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو انکی پرستش کرتے دیکھا،

قَالَ أَرَأَيْتُمْ أَنْتُمْ عَنِ الْهَيْئَةِ يَا أَبَوَاهِمْ

اس نے کہا ای ابراہیم کیا تم میرے سبود و کج منکر ہو گئے ہو،

تو آپ نے اس دعوت سے الگ ایک دوسری سبیل نکالی، یعنی آپ نے یہ ٹھان لی کہ عملا ان بتوں کی بے بسی اور کمزوری ان پر ثابت کی جائے اور یہ دکھایا جائے کہ جب یہ اپنی حالت کی خبر نہیں رکھتے اور اپنے آپ کو گزرے ہوئے واقعات نہیں بتا سکتے تو تمہاری کیا خبر لے سکتے ہیں اور تمہارے کس کام آسکتے ہیں،

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے اس عزم کے پورا کرنے کا موقع ملا، یعنی جب ساری قوم سیم عید ادا کر نیکی لے چلی گئی تو آپ نے اسکے بتوں کے ساتھ یہ برتاؤ دیکھا کہ

فَجَعَلَهُمْ جَذًا إِذْ الْأَكْبَرُ الْأَكْبَرُ لَعَلَّهُمْ

ان بتوں کو توڑ ڈالا اگر ان میں سے بڑے کو اسلئے

چھوڑ دیا کہ شاید وہ لوگ اسکی طرف رجوع ہوں،

اب جب آپ کی قوم جن عید سے واپس آتی ہے تو اپنے بتوں کا یہ برا حال دیکھ کر اسکی جستجو کرتی ہے کہ آخر یہ برا سلوک انکے ساتھ کس نے کیا، حضرت ابراہیم سے پوچھتی ہے،



أَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا بِالْإِسْنَاءِ يَا إِبْرَاهِيمُ

آپ فرماتے ہیں،

بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَاسْأَلُوهُمْ

إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ

اے ابراہیم ہمارے بتوں کے ساتھ تو نے ایسا کیا

شاید اسی بڑے بت نے یہ کیا ہو تم انہیں کہیں نہیں

پوچھتے اگر بول سکتے ہوں،

اس بلاغت آمیز طرز جواب کا سارا لطف جواب کے دو ٹکڑوں میں پنہاں ہی یعنی بل فعل

کبیرہم ہذا اور ان کا تو اینطقون - افسوس ہے کہ عام مفسرین اس آیت کی یہ تفسیر کر کے قرآن کی

بلاغت کو برباد کر دیتے ہیں کہ یہ بھی بخلہ ان تین جھوٹ باتوں کے ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام

پوری مدت حیات میں بولے تھے،

معلوم ہوتا ہے کہ انکو بل فعلہ کبیرہم ہذا میں حرف بل کی وجہ سے یہ دہوکا ہوا کہ حضرت

اپنے اس فعل سے انکار کر کے اسکی نسبت بڑے بت کی طرف کر رہے ہیں، حالانکہ بیان یہ صورت نہیں

اس موقع پر لفظ بل کے استعمال سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اس سے پہلے کے جملہ کی نسبت سکوت محض

نہ اسکا اقرار ہے نہ انکار اور یہ استعمال لغت عرب میں پایا جاتا ہے، حرف بل کے ایسے مواقع استعمال

دو شرطیں ہیں، ایک یہ کہ اس سے پہلے امر ہو، مثلاً ضرب زیداً بل عمراً، دوسرے یہ کہ اس سے پہلے

منفی ہو مثلاً قام عمرو بل زید وغیرہ،

تو ان یقہ ہا بل، امر و ایجاب کا ضرب زیداً

بل عمراً و قام زید بل عمرو فی تحقیق ما قبلہما

کا مسکوت عندہ فلا یحکم علیہ بشئ و اثبات

الحکم بلا بعدہا (معنی اللہ صغیر و جبار مطہر نہ ہو)

بل سے پہلے اگر امر یا جملہ غیر منفی ہو جیسے ضرب زیداً بل

اور قام زید بل عمرو، تو ماقبل بل کی طرف سے سکوت

محض مقصود ہوتا ہے، اس پر کسی قسم کا حکم نہ کیا جائیگا

بل کے لئے اثبات حکم ہوگا،

رہ گیا مابعد بل کے لئے اثبات حکم یا اضافت نسبت تو یہ کچھ ضرور نہیں کہ وہ نسبت یا اضافت و

اور حقیقی بھی ہو، محض ظاہری و اضافی نسبت یا اثبات حکم بھی کفایت کر سکتا ہے، اس مقام پر ظاہر ہو کہ

یہ اضافی و ظاہری نسبت یا اثبات حکم آیت بل فعلہ کبیرہم ہذا میں موجود و حضرت ابراہیم علیہ السلام

مقصود بھی ہے و لا کذب فیہ،

اصل یہ ہے کہ اس بلاغت آمیز جواب میں ایک تعریف و الزام ہے جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام

ان بتوں کے پوجنے والوں پر بدانتہا اس امر کا ثبوت پیش کرنا ہے کہ تم لوگ ایسی ہستیوں کو پوجتے ہو جنہیں

اسکی قدرت بھی نہیں کہ اپنے حامیوں اور مددگاروں کے سامنے اپنی مصیبت بیان کر سکیں، کیونکہ اسکی بد فرمایا

ان بتوں سے پوچھو اگر وہ بولتے ہوں پس وہ اپنے دلوں کی

طرف رجوع ہوئے اور (ایک دوسرے سے) بولے کہ شیک

تو کون ظالم ہو، پھر اپنے سروں کو دھتے ہوئے بول اٹھے کہ

(اے ابراہیم) تم جانتے ہو یہ بت نہیں بولتے آپ نے فرمایا پھر

اللہ کے سوا ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہو جو نہ تو کچھ نفع

پہنچا سکتی ہیں نہ نقصان، تمہارے اور اللہ کے سوا تمہارے

مبودوں کے لئے افسوس کیا، بتیں اتنی ہی عقل نہیں،

منہب کو اکب پرستی کی تردید | جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بت پرستوں کے خیالات و معتقدات کی توبی و فعلی

تردید سے فارغ ہوئے تو آپ نے کو اکب پرستوں کی طرف توجہ کی اور انکے خیالات و معتقدات کی بھی نہایت

وضاحت و تشریح کے ساتھ بدی و لائل سے تردید کی،

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ دَايَ كَوْكَبًا قَالَ هَذَا رَبِّي

فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أَحِبُّ الْآفِلِينَ فُلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا

قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَأُنْشِئَنَّ لَكَ مِثْلَهُ

جب ابراہیم علیہ السلام پر رات چھا گئی اس نے ستارے کو دیکھا

کہا یہ میرا رب ہے لیکن جب وہ ڈو گیا تو کہا میں ڈبے والا ہوں پس

نہیں کرتا، پھر جب مانتاب کو دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے لیکن جب







اگرچہ گورنر کی طرف سے یہ ہدایت کی گئی تھی کہ یہ اعلان سنہ ۱۸۸۰ء سے پیشتر نہ شائع کیا جائے لیکن برائی بہت جلد پھیل جاتی ہے، تمام مسلمانوں کو فوراً اسکی خبر ہو گئی، اور انھوں نے سخت شورش طرعیہ سے گورنر سے درخواست کی کہ یہ احکام عیسائیوں کے ساتھ مخصوص ہیں، یا مسلمان بھی اس میں نہ ہوں؟ گورنر نے جواب دیا کہ وہ صرف عیسائیوں کے ساتھ مخصوص ہیں، اب مسلمانوں نے درخواست کی اسکی توضیح کر دی جائے، ورنہ ضلالت کے حکام اس میں مسلمانوں کو بھی شامل کر دیں گے، اس نے توضیح کی لیکن اس وعدہ کو اس طرح پورا کیا کہ بہت سی فوج لیکر روانہ ہوا کہ اس سرکشی پر مسلمانوں کو سزا دے مگر کے قریب پہنچ کر ضمیمہ زن ہوا، اور تمام اطراف و جوانب کے مسلمانوں کو جمع کیا، جاڑے کا موسم تھا، برف باری ہو رہی تھی، جب مسلمان چھپنے لگے تو انکی گھنٹوں کے بل برف پر بٹھایا، اور کاسک سپر تھار پید ہوسے اور انھوں نے اس سرکاری مراقبہ کو سختی کے ساتھ نامنظور کر دیا، اور سرکاری طور پر ذریعہ سے انکی سخت زد و کوب کر دائی، اور اسلام، قرآن، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گستاخانہ الفاظ عرضیاں دیں کہ جس طرح عیسائیوں کے مذہبی مدارس صرف پادریوں کی نگرانی میں ہیں، اسی طرح جو عیسائی اس منظر کے دیکھنے کے لئے آئے تھے انکو بھی مسلمانوں کے زد و کوب کا حکم دیا، لیکن ان کے یہ کھڑا کر دیا کہ یہ ہمارے پڑوسی ہیں، اور ہکوان سے کوئی درد دکھ نہیں چھپا،

تمام ملک میں ان حشیانہ مظالم کی خبر پھیلی تو مسلمان بدحواس ہو گئے، دارالسلطنت میں پہلے پیر اور انکے مدارس کو سرکاری نگرانی میں دینے پر اپنے اخلاقی اثر سے آمادہ کریں، لیکن انھوں نے معلوم ہوا تو جو پیشوا شخص کا ایک کمیشن جس میں نصف مسلمان تھے مقرر ہوا کہ وہ اس واقعہ کی تحقیقات معذوری ظاہر کی، اور لکھا کہ اس سے شورش برپا ہو گئی، لیکن صوبہ اوفائین یہ کوششیں کبھی نہ کرے، تحقیقات کے بعد مسلمان ہر قسم کی نافرمانی و شورش سے بری ہو گئے، اور تمام الزام گورنر پر ثابت ہو گیا، اور وہ اس جرم میں موقوف کر دیا گیا،

سنہ ۱۸۸۰ء میں الگزنڈر ثانی قتل کر دیا گیا، اور اسکا بیٹا الگزنڈر ثالث تخت نشین ہوا، وہ کہ شراب نوشی کے ساتھ سخت متعصب اور جمعیت مسوئیر کا حلقہ گوش غلام تھا، اس بنا پر اسکا دور حکومت مسلمانوں کے لئے اور بھی سخت تھا، تمام پادریوں نے اسکو ترغیب دی، اور غالباً اسی حکم سے ایک صوبہ جات قرآن، اودھا، اور نبرگ میں مسلمانوں کی حالت کے معائنہ کے لئے روانہ کیا گیا تاکہ

چہ لگے کہ مسلمانوں میں حکومت کے مقابلہ کی کس قدر طاقت ہے، وہ پتا تو اس نے ایک یادداشت پیش کی، جسکا مضمون یہ تھا کہ روسی زبان کی تعلیم نہایت ضروری ہے، اور وہ بلا ردک ٹک مسلمانوں میں جاری کی جا سکتی ہے، اور اسکے ذریعہ سے تمام رعایا کو ایک قوم بنایا جا سکتا ہے،

اسکے زمانہ میں تعلیم کے قدیم قوانین میں بہت کچھ تغیر و تبدل کیا گیا، اور رادلف نامی ایک شخص انسپکٹر تعلیم مقرر ہوا، اس نے علماء قرآن کے نام ایک اعلان جاری کیا، جس میں لکھا کہ اب کتاب و مدارس کی نگرانی سرکاری طور پر ہو گئی، اور ان سے طلبہ کی تعداد، انکی عمر وغیرہ کے متعلق سوالات کیے جائیں گے، یہ اعلان اگرچہ نہایت معتدل لہجہ میں شائع کیا گیا تھا لیکن اس سے بھی مسلمانوں میں بھینسی کے برف باری ہو رہی تھی، اور انھوں نے اس سرکاری مراقبہ کو سختی کے ساتھ نامنظور کر دیا، اور سرکاری طور پر ذریعہ سے انکی سخت زد و کوب کر دائی، اور اسلام، قرآن، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گستاخانہ الفاظ عرضیاں دیں کہ جس طرح عیسائیوں کے مذہبی مدارس صرف پادریوں کی نگرانی میں ہیں، اسی طرح جو عیسائی اس منظر کے دیکھنے کے لئے آئے تھے انکو بھی مسلمانوں کے زد و کوب کا حکم دیا، لیکن ان کے یہ کھڑا کر دیا کہ یہ ہمارے پڑوسی ہیں، اور ہکوان سے کوئی درد دکھ نہیں چھپا،

تمام ملک میں ان حشیانہ مظالم کی خبر پھیلی تو مسلمان بدحواس ہو گئے، دارالسلطنت میں پہلے پیر اور انکے مدارس کو سرکاری نگرانی میں دینے پر اپنے اخلاقی اثر سے آمادہ کریں، لیکن انھوں نے معلوم ہوا تو جو پیشوا شخص کا ایک کمیشن جس میں نصف مسلمان تھے مقرر ہوا کہ وہ اس واقعہ کی تحقیقات معذوری ظاہر کی، اور لکھا کہ اس سے شورش برپا ہو گئی، لیکن صوبہ اوفائین یہ کوششیں کبھی نہ کرے، تحقیقات کے بعد مسلمان ہر قسم کی نافرمانی و شورش سے بری ہو گئے، اور تمام الزام گورنر پر ثابت ہو گیا، اور وہ اس جرم میں موقوف کر دیا گیا،



مکتب میں اسکی تعلیم دی جائے،

(۲) مسلمانوں کے بڑے بڑے مکتب میں روسی زبان کی تعلیم جاری کی جائے اور جو مدارس اسپر آباد ہوں

بند کر دیئے جائیں،

(۳) یہ قانون ایک سال کے بعد شہر میں اور دو سال کے بعد دیہاتوں میں نافذ کیا جائے،

اسی سال مفتی محمد یار کو سینٹ پیٹر برگ میں طلب کیا گیا، اور انھوں نے اس سفر میں قرآن کے بہت

علماء واعیان کو اپنے ساتھ لینا چاہا، لیکن سب نے انکی رفاقت سے انکار کیا، اب وہ تنہا وزیر داخلہ سے ملے

اور کہا جاتا ہے کہ اس نے مدارس اسلامیہ میں روسی زبان کے داخل کرنے پر انکو راضی کر لیا، اور ان سے

تختہ لیلیٰ، مسلمانوں میں یہ خبر شائع ہوئی تو سب نے ان پر لعن طعن کیا، اور انکے اس طرز عمل سے بیزاری

پائی، لیکن اسکے بعد حکومت کی سختیاں اور بڑھ گئیں اور ۱۸۸۳ء میں حسب ذیل قانون بنایا گیا اور بادشاہ

اسکی تصدیق کرائی گئی، اور جمعیت اسلامیہ کے ذریعہ سے مسلمانوں میں اسکی اشاعت کی گئی،

(۱) جو شخص مکتب اعدادیہ کے پہلے چار درجوں کا یا قصبات و صوبہ جات کے مکتب کا یا ان علوم کا

جو تاریخی عقلم کے گھروں میں پڑھا ہے جاتے ہیں، یا ان دارالعلوم کا جو سر رشته تعلیم کی نگرانی میں ہیں امتحان

پاس کر لے وہ جمعیت اسلامیہ کا ممبر ہو سکیگا،

(۲) بڑے بڑے مذہبی خدمات کے لئے، اور واعظین کے لئے اس امتحان کے سند کی ضرورت ہوگی جو

بوجہ پروگرام دار تعلیم کے لیا جائیگا،

(۳) جو لوگ دیہاتوں میں امامت کے لئے تیار ہوتے ہیں انکو روسی زبان کی تعلیم کی سند حاصل کرنا ہوگی،

مذہبی خدمات کے لئے امتحان و عطا سند کا جو طریقہ اختیار کیا گیا اسکی تفصیل حسب ذیل ہے،

(۱) ہر صوبہ اور ہر قصبہ میں ایک جماعت امتحان کے لئے مقرر کی جائیگی جو تین شخصوں سے مرکب ہوگی،

ان میں ایک رئیس، ایک روسی زبان کا استاد، اور ایک پادری ہوگا،

قانونی طور پر امتحان کا حق جمعیت شرعیہ اسلامیہ کو حاصل ہے، لیکن اسکا یہ جواب ملا کہ جمعیت شرعیہ

مذہبی امور کے امتحان کا حق حاصل ہے، روسی زبان کے امتحان سے اسکو کوئی تعلق نہیں، یہ جو

مفتی مرزا سلیم گرابے کے عہد میں ہوا، وہ اگرچہ کافی جرات و بیباکی کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق کو

نہ رکھ سکے، تاہم انھوں نے بالکل سہل نگاری کے ساتھ انکو پائمال بھی ہونے دیا، لیکن ۱۸۸۵ء

انتقال ہو گیا، اور انکے انتقال کے بعد بہت علماء اس عہدے کے امیدوار ہوئے لیکن اب اس

کسی عالم کا مقرر ہونا آسان کام نہ ہوتا، تمام حکام اور جمعیت مسیحیہ کے ارکان میں باہم خط و کتابت

ہوتی، اور انھوں نے اس عہدہ پر ایسے شخص کو مقرر کرنا چاہا جو انکے ہاتھ میں ایک کھٹکتی ہو

اس غرض سے ان لوگوں نے بہت سی ریشہ دوانیاں کیں، اور ان ریشہ دوانیوں کے

سواء محمد بن یار محمد شرف السلطانی کا تقرر ہوا، اور انھوں نے ۱۸۸۶ء میں اپنے عہدہ کا چارج

جب اپنی خدمات انجام دینا شروع کیں تو حکومت درخواست کی کہ جو لوگ مذہبی خدمات کے

ہوتے ہیں، انکے امتحان کے طریقہ کو بدلیا جائے، گورنر ہمارے وزارت داخلہ سے اسکے متعلق مشورہ

دہان سے یہ جواب ملا کہ اگرچہ روسی زبان کی تعلیم ہمارا مقصد اصلی ہے تاہم اسکی اشاعت میں نہایت

احتیاط سے کام لینا چاہیے، اسوقت صرف یہ کیا جاسکتا ہے کہ جب دو آدمی کسی مذہبی خدمت کے

ہوں تو صرف اسکو ترجیح دی جائے جو روسی زبان کا عالم ہو، اسکے بعد صوبہ ہماچل میں سرکاری امتحان

جاتا رہا، اور بغیر روسی زبان کی تعلیم کے ائمہ کو امامت کی سند ملنے لگی،

اسکے بعد وزارت داخلہ اور وزارت تعلیم میں خط و کتابت ہوئی، اور جو قوانین ۱۸۸۳ء میں

ہوئے تھے، انکے جاری کرنا تہیہ کیا گیا، لیکن ان قوانین کے نفاذ سے پہلے حسب ذیل دفعات

بادشاہ سے اجازت لینے کی ضرورت محسوس ہوئی،

(۱) جو لوگ مذہبی خدمات کے لئے تیار ہوں انکے لئے روسی زبان کی تعلیم لازمی قرار دی جائے اور انکو



(۲) جس شخص کی عمر ۲۱ سال سے کم ہوگی وہ امتحان میں نہ لیا جائیگا،

(۳) جو شخص امتحان دینا چاہیگا اسکو انسپکٹر مدارس کی خدمت میں اپنے ہاتھ سے ایک عرضی دینا اور عرضی کے ساتھ محکمہ پولیس سے لیکر ایک سند بھی پیش کرنا ہوگی جس میں اسکا نام، نسب اور اسکا سن

ہوگا، ایک اور سدا س مکتب کی پیش کرنا ہوگی جہیں اس نے روسی زبان کی تعلیم حاصل کی ہے،

(۴) جس شخص نے صدیوں کے مکتب کا نصاب پڑھا ہے یا دیہاتوں کے مکتب میں تعلیم پائی

اسکے لئے صرف زبانِ دانی کافی نہیں ہوگی بلکہ اصولِ املاء اور قواعدِ حروفِ ہجائیہ کا امتحان دینا ہوگا۔  
(دھ) وقفہ (۱) و وقفہ (۲) میں جنہو گون کا تذکرہ ہے اگر وہ قمرات اور کتابت میں سے کسی ایک کا ہے

نہ دیکھیں گے تو انکو دوسرے میں بھی امتحان دینے کا حق حاصل نہ ہوگا،

(۶) جو شخص امتحان دیگا اسکو روسی خط میں لکھنا لازمی ہوگا، اور اس میں اتنی لیاقت ہونی چاہیے کہ جو پڑھا ہے اسکو لکھ سکے، کسی موضوع پر مضمون نگاری کر سکے، جو کچھ پڑھا ہے اسکو اچھی طرح سمجھ سکے، اور اس متعلق روسی گرامر کے قواعد سے واقف ہو،

(۷) دیہاتی مکاتب سے جو لوگ شریک امتحان ہونگے انکو بھی اسی طرح لکھنا اور سمجھنا لازمی ہوگا اور  
یہاں ہے اسکے کسی عنوان پر مضمون نگاری کرنا ہوگی،

(۸) جو شخص روسی زبان اور روسی تحریر و کتابت کا امتحان دینا چاہیگا، اسکو کسی بے پڑھی ہوئی کوئی عبارت پڑھنا ہوگی، اور جو کچھ پڑھا ہے اسکو لکھنا پڑیگا، اور خطاطی میں لکھا ہوا کچھ پڑھنا پڑیگا، اور اس

(باقی)

## خطابۃ العرب

(1)

مولانا عبد السلام ندوی

اس زمانہ میں اگرچہ قومی مجالس کی کثرت نے ہر گنگ کو گویا، اور ہر الکن کو خطیب بنا دیا ہے، لیکن

وانت | تقریر انسان کی ایک آواز ہے، آواز کا دار مدار انسان کے آلات تکلم پر ہے، آلات واسباب تکلم میں سے

سب سے پہلے جس چیز پر بار بار نظر پڑتی ہے وہ دانت ہیں، اس لئے اسپین کوئی شک نہیں کہ تقریر میں دانت کی ساخت اور اس کی مختلف کیفیات کو بہت کچھ دخل ہے، زید بن جندب عرب کا ایک مشہور خطیب تھا، جس کے دانت زرد و ہر دتھے، اور ایک دانت عام لوگوں سے مزید تھا، اہل اوب کا بیان ہے کہ اگر اسپین یہ دونوں



عیب ہوتے تو وہ عرب کا سب سے بڑا خطیب ہوتا،

حضرت امیر معاویہ کے اگلے دانت گر پڑے تو انھوں نے تقریر کرنا چھوڑ دی، عبداللہ کے دانت ہلنے لگے تو اس نے انگوٹھ کے تاروں سے بندھوایا اور کہا کہ اگر منبر اور عورتیں نہ ہوتیں تو میں ان کے ٹوٹ جانے کی کچھ پروا نہ کرتا، حضرت ہبیل بن عمرو جو عرب کے مشہور خطیب تھے، اور اسلام لانے سے پہلے رسول اللہ کی مخالفت میں تقریر کیا کرتے تھے، ان کے پیچھے کے ہونٹ کے پوسے تھے، وہ ایک غزوہ میں گرفتار ہو کر آئے تو حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ان کے پیچھے کے دونوں دانت اکھڑا لیجئے تاکہ ان کی زبان میں لغزش پیدا ہو جائے، اور وہ آپ کے خلاف تقریر نہ کر سکیں، خالد بن یزید الارقطہ جو عرب کا ایک مشہور خطیب تھا، لیکن اس کے آگے کے دانت ٹوٹے ہوئے تھے، اس لئے جب وہ تقریر کرتا تھا تو ان دانتوں کے جڑوں ایک نہایت بد نما آواز نکلتی تھی،

ایک موقع پر اس نے اور زید بن علی بن الحسین نے تقریریں کیں، اہل ادب کا بیان ہے کہ دونوں ہر حیثیت سے ایک ہی درجہ کی تھیں، لیکن زید بن علی کو یہ تفوق حاصل تھا کہ ان کی آواز میں یہ عیب نہ تھا لیکن اس قسم کے عیب زیادہ تر اس وقت نمایاں ہوتے ہیں جب خطیب کے صرف چند دانت گر جاتے ہیں، لیکن اگر کسی خطیب کے کل دانت گر جائیں تو اس حالت میں حروف و الفاظ زیادہ وضاحت کے ساتھ آواہوتے ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ صحت تلفظ کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ زبان کی گردش خلا میں ہو بلکہ اسکو منہ کے اطراف میں کوئی ایسی چیز مٹنی چاہیے جس کے ساتھ اسکو مس، اتصال اور احتکاک ہو، تمام دانت موجود رہتے ہیں تو اس حالت میں زبان کا احتکاک دانتوں سے ہوتا ہے، اور تمام دانت گر جاتے ہیں تو سوڑے ان کے قائم مقام ہو جاتے ہیں، لیکن جب صرف چند دانت ٹوٹ جاتے ہیں تو منہ کے بعض اطراف میں زبان کی حرکت صرف خالی فضا میں ہوتی ہے، دانت نہیں ہوتے کہ زبان کا ان کے ساتھ احتکاک ہو، اور جو دانت رہ گئے ہیں وہ زبان کو ان ٹوٹے ہوئے دانتوں کے سوڑے سے ملے نہیں دیتے،

جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حروف و الفاظ صحیح طور پر ادا نہیں ہوتے،

شاید سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے، عرب میں بہت خطبا گزرے ہیں جن کے دانت ٹوٹ گئے، لیکن وہ نہایت عمدہ تقریر کرتے تھے، اگر ایک کبوتر کے دونوں بازو برابر برابر کاٹے جائیں تو وہ اس کبوتر سے زیادہ اڑ سکتا ہے جس کے ایک بازو کے پر کاٹ لئے جائیں اور دوسرا بازو چھوڑ دیا جائے،

زبان | تقریر پر دانت کی طرح زبان کی ساخت کا بھی بہت کچھ اثر پڑتا ہے، اہل ادب کا بیان ہے کہ جن جانوروں کی زبان لمبی چوڑی ہوتی ہے وہ زیادہ فصیح ہوتے ہیں، طوطے وغیرہ کی فصاحت کا یہی راز ہے انسانوں کا بھی یہی حال ہے، جس خطیب کی زبان جس قدر طویل و عریض ہوگی اسی قدر وہ بولنے والا ہوگا، عرب کے بعض خطبا کی زبان اس قدر بڑی تھی کہ ناک کے نچھون تک پہنچ جاتی تھی، اخطل کی تلفظ میں ایک شخص نے کہا کہ اس کی زبان گویا ہیل کی زبان ہے، ایک بدو ایک شخص کی زبان کی تلفظ میں کہتا ہے کہ وہ ادیشی کی دم کی طرح حرکت کرتی ہے اور سانپ کی طرح چلتی ہے، ایک بدو دوسرے شخص کی زبان کی طرح میں کہتا ہے کہ گویا اس کی زبان ایک کوڑا ہے، زبان کا سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ اس سے بعض حروف ادا نہ ہو سکیں، ابورمادہ کی بی بی ابی الشیخ تھی یعنی اس سے بعض حروف ادا نہیں ہوتے ابورمادہ کو یہ عیب معلوم ہوا تو فوراً اسکو طلاق دیدی اور کہا کہ اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ بھی الشیخ ہوگا،

اصل بن عطار کی زبان سے (ر) نہیں ادا ہو سکتا تھا، لیکن اس نے اپنی قادر الکلامی سے اس کی تلافی کر لی تھی اور جب تقریر کرتا تھا تو اس قسم کے الفاظ ہی نہیں استعمال کرتا تھا جن میں یہ حرف آئے،

آواز | تقریر کے لئے بلند آواز نہایت ضروری چیز ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل عرب بلند آواز خطیب کی

موج، اور پست آواز خطیب کی بھج کرتے تھے، کسی نے ایک بدو سے پوچھا کہ حسن کیا چیز ہے؟ بلال المہاجر، بڑا سر، چوڑا منہ، اور بلند آواز،



ومن عجب الایام ان قمت ناطقا وانت ضیل الصوت منتقم السعی

یہ نہایت عجیب بات ہے کہ تو بولنے کھڑا ہوا ہے حالانکہ تیری آواز پست ہے اور تیرا دم چھٹے لگتا ہے

خطیب کے لئے قوت جسمانی کی ضرورت زیادہ تر اسلئے ہوتی ہے کہ قوی الجنتہ خطیبوں کی آواز بلند ہوتی ہے، اور اسکی ہمداری میں کبھی فرق نہیں آتا، ایک غریب کا بیٹا مر گیا جبکہ اسکو سخت صدمہ ہوا اور پوچھا کہ اسین کیا کیا خوبیاں تھیں؟ بولا اسکا منہ چوڑا ہوا، قد لمبا ہوا، تقریر کرنے کی حالت میں اسکے منہ سے پھین نکلتا تھا اسکا گلا گویا ایک ستون تھا، اسکے شانے اونٹ کے سینہ کے مشابہ تھے۔

جن لوگوں کے منہ چوڑے ہوتے ہیں، انکی آواز بلند ہوتی ہے، اسلئے اہل عرب انکی طرح کرتے رہے ایکبار حضرت امیر معاویہ کے سامنے بہت سے خطباء نے تقریر کی تو اخیر میں فخریہ لہجہ میں بولے کہ اب چوڑے منہ والے خطیب کی باری آئی۔ اسکے بعد یزید سے کہا کہ اٹھو اور بولو، لیکن جن لوگوں کے منہ تنگ ہوتے ہیں انکی آواز میں بلندی نہیں پائی جاتی اسلئے اہل عرب اسکو عیب سمجھتے تھے، ایک شاعر ایک قبیلہ کی بچہ میں کہتا ہے،

عاشا اللہ افوالا الدبی من قبيلة

خدا اس قبیلہ کی منہ پر نخت کرے جو نڈی کے منہ کی طرح ہیں

عصا | اہل عرب تقریر کے وقت عموماً ہاتھ میں عصا، تلوار، کمان، نیزہ اور کوڑا وغیرہ لیکر کھڑے ہوتے تھے اور موقع موقع اُسے اشارے کرتے جاتے تھے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اہل عرب عموماً اونٹ چرایا کرتے تھے جسکے لئے وندا لازمی چیر تھا، عموماً خانہ بدوش پھرتے رہتے تھے، اسلئے لازمی طور پر عصا انکا رفیق سفر ہو کر اکثر لڑا جگر کرتے تھے، اسلئے تلوار، کمان اور نیزہ سے چارہ نہ تھا، رفتہ رفتہ یہ تمام چیزیں انکی زندگی کا لازمی جزو ہو گئیں، جو کسی حالت میں انے جدا نہیں ہو سکتی تھیں، خطبہ کی حالت میں ان تمام چیزوں کا استعمال انکی بدویانہ زندگی کی یادگار ہے، ورنہ خطبہ میں یہ تمام چیزیں غیر ضروری بلکہ مضربین

فرقہ شعوبہ نے جو عرب کی ہر چیز کو مخالفانہ نگاہ سے دیکھتا ہے، ان چیزوں کو خاص طور پر قابل اعتراض قرار دیا ہے، وہ کہتا ہے کہ چھتری کہتا شانے کے لئے، نیزہ کو پنچے کے لئے، وندا لڑنے کے لئے، اور کمان تیر پھینکنے کے لئے بنائی گئی ہے، ان میں اور تقریر میں کسی قسم کا ربط و علاقہ نہیں، ان تمام چیزوں سے زہانت میں کوئی تیزی نہیں پیدا ہوتی، الفاظ کے خزانہ میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا بلکہ یہ تمام چیزیں ذہن کو اور پریشان کرتی ہیں، گویوں کا بیان ہے کہ جو منشی گانیکے ساتھ بجاتا بھی جاتا ہے وہ اس گویے کا مقابلہ نہیں کر سکتا جو صرف گاتا ہے اور بجاتا نہیں، یہ تمام چیزیں صرف دخیانہ زندگی کے لئے موزوں ہیں، ایرانی، یونانی، ہندی، یہاں تک کہ حبشیوں میں بھی خطابت پائی جاتی ہے، لیکن ان میں کسی قوم نے ان چیزوں کا استعمال نہیں کیا، لیکن درحقیقت یہ انکی غلطی ہے، انسان جو کام کرتا ہے اس میں جوش و مستعدی پیدا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسکو خود محسوس ہو کہ وہ اس کام کے لئے ہمہ تن تیار ہے، سپاہی جیتیار جگر نکلتا ہے تو اسکو محسوس ہوتا ہے کہ وہ لڑنے کے لئے نکلا ہے، مصنف ہاتھ میں قلم لیتا ہے تو اسکو معلوم ہوتا ہے کہ وہ لکھنے چھا ہے اسی طرح جب خطیب عصا لیکر جمع میں کھڑا ہوتا ہے تو خود اسکو محسوس ہوتا ہے کہ وہ تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہے، اور یہ احساس اس میں تقریر کرنے کا استعداد نہ جوش پیدا کر دیتا ہے،

انسان کی حالت یہ ہے کہ اسکے اعضاء، دواہجہ میں جھجکا اضافہ ہوتا ہے اسوقت اسکے رعب و دباب، شان و شوکت، اور اثر و اقتدار میں ترقی ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ لوگ عمامے کا شلہ ٹکاتے ہیں تو ہم زمانہ میں تھناؤ لمبی ٹوپی پہنتے تھے اور خلفاء ان ٹوپوں پر عمامہ باندھتے تھے، لڑائیوں میں مختلف رنگ کے جھنڈوں سے اسی شان و شوکت کا اظہار کیا جاتا ہے، خطیب بھی جب ہاتھ میں عصا وغیرہ لیکر کھڑا ہوتا ہے اور اسکے ذریعہ سے اشارے کرتا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکے ہاتھ میں ایک اور ہاتھ جوڑ دیا گیا ہے، اور اسکے اشارہ میں ایک اور چیز کا اشارہ شامل ہو گیا ہے، اسلئے اسکے تقریر میں اور بھی اثر پیدا ہو جاتا ہے ایک عربی شاعر کہتا ہے،



یصیبون فصل القول فی کل خطبة اذا وصلوا یمامہما بالمخاص

وہ ہر خطبے میں توں نصیل کہتے ہیں جب اپنے ہاتھوں میں عصا کو بھی شامل کر لیتے ہیں،

منی گانے کی حالت میں لکڑی اسلے بجاتے ہیں کہ اس سے راگ کی قطع، اوزان اور آواز چرنا اور  
اظهار ہوتا ہے، خطبہ میں بھی یہ سب باتیں پائی جاتی ہیں اسلے خطیب عصا کے بغیر اپنی تقریر کے مختلف  
معارج کا اظہار نہیں کر سکتا، عبدالملک بن مروان کہا کرتا تھا کہ اگر میں ہاتھ سے چھڑی پھینک دوں تو  
میرا آدھا کلام ضائع ہو جائے، ایک بار امیر معاویہؓ نے سحیان وائل سے برجستہ تقریر کی فرمائش کی تو وہ  
چپکا کھڑا ہوا، لوگوں نے اسکو ایک عصا دیا جسکو اس نے ہاتھ میں لیا تو پسند نہ آیا، بالآخر خود اپنا عصا  
منگو کر تقریر کی،

نہ | خطیب کو ایسے مقام پر کھڑا ہونا چاہیے کہ وہ تمام لوگوں سے متناظر نظر آئے اگر خطیب کو یہ  
احساس ہو کہ وہ درجہ میں حاضرین کے برابر یا ان سے کم ہے تو اسکی تقریر میں زور نہیں پیدا ہو سکتا، حضرت  
عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے نکاح کا خطبہ بن نہیں آتا، کسی نے ابن مقفع سے اسکی وجہ پوچھی تو اس نے  
کہا کہ نکاح کے خطبہ میں ہر شخص خطیب کو اپنا ہمسرہ نظر آتا ہے، لیکن جب وہ عام خطبوں میں منبر پر  
چڑھ جاتا ہے تو تمام لوگ اسکو محکوم نظر آتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اہل عرب اونٹ پر سوار ہو کر خطبہ دیتے تھے  
تس بن ساعدہ بازار کا ظمین اونٹ پر سوار ہو کر خطبہ دیا کرتا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حجۃ الوداع  
میں اونٹ ہی پر خطبہ دیا تھا،

اشارہ | اتنا سے تقریر میں خطیب بعض اوقات ہاتھوں سے اشارہ کرتا ہے، چشم و ابرو کو گردش دیتا ہے  
شانہ و سر کو ہلاتا ہے، جس سے تقریر کا زور و اثر بڑھتا ہے، لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ تمام چیزیں  
خطیب کی کمزوری پر دلالت کرتی ہیں، یعنی جب وہ اپنے مافی الضمیر کو صرف زبان سے ظاہر نہیں کر سکتا  
تو ان حرکات و اشارات سے اس کی کوتاہی کو پورا کرنا چاہتا ہے، خطبے عرب میں ابو شمر کا یہی خیال تھا

اسنے وہ حالت تقریر میں اپنے جسم کو حرکت نہیں دیتا تھا، لیکن درحقیقت یہ اسکی غلطی تھی جسکو اسکی مریدین  
کی خوش اعتقادی نے پیدا کیا تھا،

مریدین و معتقدین جو خطیب کی ہر بات کو اسکی ذاتی عظمت و وقار کی بنا پر بے چون و چرا تسلیم کر لیتے ہیں  
انکے مجمع میں بے شبہ اس غیر متحرک طرز خطابت سے کام چل جاتا ہے، لیکن مخالفین کے مجمع میں صرف مقرر  
کی وجاہت اور معمولی طریقہ خطاب کام نہیں دیکھتا، انکے لئے تقریر کو ہر ممکن طریقہ سے پر زور اور موثر  
بنانا ہوتا ہے، اسلے چشم و ابرو کی جنبش، ہاتھ کا اشارہ، شانہ و سر کی حرکت جب تقریر کے اجزاء میں شامل  
ہو جاتی ہیں تو کلام کے زور میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے، چنانچہ خود ابو شمر کو جب ایک موقع پر ابراہیم  
بن سيار النظام سے مخالفانہ گفتگو کرنا پڑی تو خود بخود اسکے ہاتھ پاؤں میں حرکت پیدا ہو گئی، اور یہ ثابت  
ہو گیا کہ زور کلام کے لئے اشارات و حرکات کوئی مصنوعی چیز نہیں بلکہ بالکل قدرتی ہیں،

اشارات و حرکات سے تقریر میں مختلف حیثیتوں سے زور و اثر پیدا ہوتا ہے، عموماً ان حالتوں میں  
خطیب کے اعضاء میں ایسی لچک پیدا ہو جاتی ہے جو حاضرین کے دلوں کو اسکی طرف کھینچتی ہے، بعض اوقات  
حاضرین کی تعداد اسقدر زیادہ ہوتی ہے کہ سب کے کانوں تک خطیب کی آواز نہیں پہنچ سکتی، اس حالت  
میں صرف اشارہ ہی آواز کا قائم مقام ہو سکتا ہے، اور خطیب کے مقصد سے پورے مجمع کو آشنا کر سکتا  
بعض صورتوں میں خطیب مجمع کو دھکی دینا چاہتا ہے، اس حالت میں اگر اسکی ہیبت اندازاً واز میں تلوار  
کوڑا یا عصا کا اشارہ شامل ہوتا ہے تو لوگ کانپ اٹھتے ہیں،

حضرت امیر معاویہؓ نے جب یزید کے ہاتھ پر بیعت لینا چاہی تو ایک مقرر نے انکی تائید میں تقریر  
کی اور انکی طرف اشارہ کر کے مجمع سے خطاب کیا کہ ”امیر المؤمنین یہ ہیں“ پھر یزید کی طرف اشارہ کر کے کہا  
”اگر تم لوگ انکو نہیں مانتے تو امیر المؤمنین یہ ہیں“ پھر اپنی تلوار کو جنبش دیکر کہا کہ ”اگر انکو بھی نہیں مانتے تو  
امیر المؤمنین یہ میری تلوار ہے“ امیر معاویہؓ فوراً بول اٹھے کہ تم عرب کے سب سے بڑے خطیب ہو،



خطبہ کھڑے ہو کر دینا چاہیے | زبان ایک، لب و لہجہ ایک، طرز بیان ایک، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ باہرین  
اگر ایک خطیب بیٹھا خطبہ دے تو اسکی تقریر میں وہ زور نہیں پیدا ہوتا جو کھڑے ہو کر تقریر میں پیدا ہو سکتا ہے  
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سوا جنکی نسبت اہل ادب کا بیان ہے کہ وہ ہر حالت میں کیساں طور پر  
خطبہ دیتے تھے، تمام مقررین پر اس اختلاف وضع کا اثر پڑتا تھا، بعد بن طوق غیری عرب کا ایک مشہور  
خطیب تھا وہ ایکبار کسی بادشاہ کے یہاں گیا اور کھڑے ہو کر نہایت عمدہ تقریر کی، لیکن جب بیٹھا تو  
پڑا تو بھکی بھکی باتیں کرنے لگا، بادشاہ نے اسکی وجہ پوچھی تو بولا کہ جب میں کھڑا ہوتا ہوں تو دنیا بھاتا  
ہوں اور جب بیٹھا جاتا ہوں تو بولتا ہوں،

نکاح کے سوا تمام خطبے عرب کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ  
نکاح کا خطبہ بن نہیں آتا، معلوم نہیں اسکا اصلی سبب کیا ہے؟ لیکن ابن مقفع سے کسی نے اسکی وجہ  
پوچھی تو اس نے کہا کہ نکاح کے خطبہ میں خطیب اور سامعین جب آس پاس بیٹھے ہیں ایک کا ہر  
دوسرے کے سامنے اور ایک کی نگاہ دوسرے کی نگاہ کے مقابل ہوتی ہے تو خطیب پر اسکا اچھا اثر ہوتا ہے  
اعتماد علی النفس | تقریر کی زور روانی اور بلند می کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ خطیب کو اپنے اوج  
کامل اعتماد ہو، اگر اس نے ذرہ برابر بھی اپنی کمزوری محسوس کی تو اسکی زبان میں لغزش آجائیگی، کلام کی  
روانی میں فرق پیدا ہو جائیگا، اور خطبہ کا تمام زور فنا ہو جائیگا، اس بنا پر صرف دو شخص خطیب ہو سکتے ہیں  
ایک تو جاہل جو اپنی جاہل کی وجہ سے نہ اپنی کمزوری کا احساس کرتا، نہ کسی چیز کی پروا کرتا، بلکہ اسکی  
منہ میں جو کچھ آتا ہے بکنا چلا جاتا ہے، دوسرا عالم جسکو اپنی معلومات اور اپنی قدرت بیان پر پورا اعتماد ہوتا ہے  
اور یہ اعتماد اسکو خطابت کی تمام کمزوریوں سے محفوظ رکھتا ہے، عجب و غرور بری چیز ہیں، لیکن وہ خطیب کا  
غریب ویتی ہیں، لوگوں نے ایسا سے کہا کہ تم میں صرف یہ عیب ہے کہ اپنے خطبے پر بہت ناز کرتے ہو اس لئے  
کہا میری تقریر تم کو پسند ہے یا نہیں؟ لوگوں نے کہا کیوں نہیں؟ بولا تو میں خود اسکو کیوں نہ پسند کروں؟

زبردستی سے تو ہر شخص مختار بہت بول لیتا ہے، لیکن اصلی تقریر وہ ہے جسکا محرک جوش ہو،  
ایکبار حضرت امیر معاویہؓ نے صحابہ ابن عباسؓ سے پوچھا کہ تم میں یہ بلاغت کیونکر پیدا ہوئی؟ بولا  
کہ جتنی تبحر بدھہ و رفاقہ علی السننا وہ ایک چیز ہے جسکو ہمارے سینے کا جوش ہماری زبان پر پہنچاتا ہے  
ایک نکتہ | تقریر سب سے زیادہ اثر خطیب کی نیک نیتی کا پڑتا ہے، ایک مقرر کتنا ہی فصیح اللسان ہو  
لیکن اگر سامعین کو معلوم ہو جائے کہ وہ جس موضوع پر تقریر کر رہا ہے، اس سے خود متاثر نہیں اور لوگوں کو  
اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا تو محج پر اسکی تقریر کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا،  
عامر بن عبد القیس کا قول ہے کہ جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل میں گھر کر لیتی ہے، اور جو بات زبان سے  
نکلتی ہے وہ کانوں سے آگے نہیں بڑھتی۔

ایکبار حضرت امام حسنؓ نے ایک وعظ سنا جسکا انکے دل پر کچھ اثر نہیں پڑا، واعظ سے بولے کہ یا تو  
تمارے دل میں مرض ہے یا میرے دل میں،

(باقی)



# اخبار و سیر

ابوالفدا کے حالات خود ابوالفدا سے

(۳۱)

از جناب مولوی محمد صبیح صاحب انصاری رفیق دارالصفین

فضل کمال | ابوالفدا علی قابلیت کے لحاظ سے عموماً تمام شاہان اسلام سے افضل مانا گیا ہے، علامہ ابن کلبہ بن

ولقد رأيت جماعة من ذوي الفضل  
يعلمون انه ليس في الملوك بعد  
المامون افضل منه رحمه الله تعالى  
يحي بزرگ لکھتے ہیں،

وكان سخيا محبا للعلم والعلماء متقنا  
يعرف علوماً .....

فحات الوفيات کے مصنف کا قول ہے،

وكان الملك المؤيد في مكارم وفضيلة تامة  
من فقه وطب وحكمة وغير ذلك واجود  
ما كان يعرفه علماء الهيئة لانه اتقنه ....

۱۱۰۲ھ ایضاً،

وہ سخی اور علم دوست تھا اظہار سے محبت کرتا تھا، ماہر  
اور بہت سے علوم جانتا تھا،

الملك المؤيد (ابوالفدا) فقه، طب، حکمت وغیرہ میں بزرگ  
درک رکھتا تھا، اور اسکو علم ہیئت نہایت بہتر آتا تھا کیونکہ  
اس نے اس فن میں مہارت پیدا کی تھی،

ابوالفدا کو اقلیدس سے جتنف تھا اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ پڑھنے کے بعد بھی نہ توں وہ  
شکون کے حل کرنے میں مصروف رہتا، اور جب کوئی مشکل حل ہو جاتی تو اسکی علامہ جمال الدین محمد بن سالم  
کے سات (جو حماۃ کے قاضی القضاۃ تھے) اور اپنے زمانہ میں منطق، ہندسہ، اصول دین، فقہ، ہیئت  
و سائرہ کے بے نظیر عالم سمجھے جاتے تھے) پیش کرتا اور اسے استفادہ کرتا تھا،

عروض میں بھی دخل تھا، علامہ جمال الدین مذکور نے ابن حاجب کے منظم عروض کی ایک شرح کلمی تھی  
ابوالفدا کو وہ بہت پسند آئی، اسلئے اسکو اسے سبقاً سبقاً پڑھا،

اسرار الرجال کا اتنا شوق تھا کہ کتاب الاغانی میں جن لوگوں کے حالات مذکور ہیں انکے ناموں کی  
س نے امام جمال الدین سے صحت کی تھی،

طلب میں پوری واقفیت رکھتا تھا، علامہ ابن الملک المظفر صاحب حماۃ بیمار ہو تو چونکہ وہ سفر میں تھا  
پس کساتجہ بہین لیکھا تھا، اسلئے ابوالفدا نے خود اسکا علاج کیا اور شفا ہوئی،

ابوالفدا شعر بھی لکھتا تھا، اسلئے چند اشعار یہ ہیں،

تفعل ما تشتهي فلا عذمت  
كمد رحلت وما ندمت

خیر چاہو کرو، کیونکہ یہ سب بیکار نہ جائیگا  
اسقدر جانیں حلال کر کے بھی تم نادم نہ بنے!

لهم مواعظي اقدامها لثمت  
لو امكن الشمس عند رؤيتها

اگر تم سے یہ ممکن ہو کہ آفتاب کے پیروں کو زخمی کر سکو، تو تم اس سے بھی باز نہیں آ سکتے،

يا ويح من عمره مضى بلعل  
او قننى العمر في لعل وهل

بھلو عمر نے شاید، اور کیا، میں پھنسا دیا، جس شخص کی عمر شاید میں صرف ہوں، کس قدر قابل فخر ہے

والشيب وافي وعند لا نزل  
وفر منه الشباب وارتحلا

۱۱۰۲ھ ایضاً، ۱۱۰۳ھ ایضاً، ۱۱۰۴ھ ایضاً،



بڑا پا آچھنی اور اسکے پاس اتر پڑا اور جوانی اس سے کوچ کر گئی،

ما وقع الشيب الا تے اذا حل لا على مرصاته

آنے والا بڑا پا اگر میری مرضی کے بغیر اترے تو وہ بڑا بے حیا ہے،

الوالفدا کی تاریخ دانی اور ادب سے یہاں بحث کرنا بالکل بیکار ہے، تصنیفات کے عنوان میں

تاریخوں کا تذکرہ آئیگا، اور وہیں انکی خصوصیات سے بحث بھی کی جائیگی، ادب کے متعلق گفتگو اسلئے بحث

اسکی عربی انشا پر داری کی سطح خود نہایت بلند اور ہندار ہے، پھر اس میں پست و بلند کی تفریق کیونکر ہو سکتی ہے

تصنیفات | الوالفدا مادی دولت و ثروت کی طرح ملی دولت و ثروت سے بھی مالا مال تھا، اس نے سلطنت

مشاغل، افکار کے بھوم، اور سازشوں کی کثرت کے باوجود متقدم و کتابیں تصنیف کی ہیں، افسوس ہے کہ

تمام کتابوں میں سے صرف بعض کے نام تاریخ الوالفدا میں مذکور ہیں، اور باقی کتابوں کا اس سے پتہ نہیں

اسلئے ہم مجبوراً دوسری کتابوں کے مدد سے انکے حالات لکھتے ہیں،

الوالفدا کی تصنیفات حسب ذیل ہیں،

تقویم البلدان، یہ الوالفدا کی جغرافیائی تصنیف ہے، اور نہایت معرکہ کی کتاب ہے، اس سے

جغرافیہ پر جو کتابیں لکھی گئیں ان میں جامعیت موجود نہ تھی، مثلاً ابن حوقل کے جغرافیہ میں شہروں کے

نہایت تفصیل سے طے ہیں، لیکن اس سے کسی شہر کا صحیح تلفظ نہیں معلوم ہو سکتا، کیونکہ مصنف نے ضبط

حافظ نہیں رکھا، نیز کسی مقام کا طول عرض بھی اس میں درج نہیں ہے، اس بنا پر اسکا جغرافیہ پڑھ لینے کے

تکو کسی جگہ کا نام اور جاسے وقوع صحیح طور پر نہیں معلوم ہو سکتی، تشریف ادیبی اور ابن خرداد بہ کے جغرافیوں کا

یہی حال ہے، بخلاف اسکے جن کتابوں میں ضبط اسرار کا خیال رکھا گیا ہے، مثلاً سمعانی کی کتاب الانساب

یا قوت کی مشترک، موصلی کی منزل الارباب، اور کتاب الفیصل انہیں صرف ناموں کی تحقیق اور ضبط سے بحث

شہروں کے طول و عرض سے کچھ بحث نہیں، شہروں کے طول و عرض پر پڑچ وغیرہ کی جو کتابیں لکھی گئیں ان میں

تصحیح اسرار اور مقامات کا سرے سے کوئی بندوبست نہ تھا،

الوالفدا نے اس کتاب میں ان تمام باتوں کا لحاظ رکھا ہے اور اسکو ابن خضر لہ کی تقویم البلدان کے طرز پر

لکھا ہے، یعنی ایک صفحہ میں مختلف عنوانوں کی جدولیں قائم کی ہیں، اور ان میں ایک ایک شہر کو لیکر اسکے حالات

کی خانہ پری کی ہے، ابتدا میں ایک مقدمہ لگایا ہے جس میں زمین کی نسبت بعض ضروری بحثیں کی ہیں پھر شہروں

اقیموں کا تذکرہ، اور بخار کے متعلق گفتگو ہے، اسکے بعد کتاب شروع ہوتی ہے، جس میں ۶۲۳ شہروں کا اقیوں کی

ترتیب سے ذکر آیا ہے،

کتاب کے متعلق الوالفدا لکھتا ہے، کہ جو کچھ کتب مذکورہ (یعنی ابن حوقل وغیرہ) میں متفرق طور پر تھا

اسکو میں مجتمع کر دیا گیا ہے، تاہم یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ اس میں دنیا کے تمام یا اکثر شہروں کے حالات

موجود ہیں، کیونکہ یہ بالکل ناممکن چیز ہے، اس فن (جغرافیہ) میں جب قدر کتابیں لکھی گئیں ان میں دنیا کے

بہت چھوٹے حصے سے بحث کی گئی ہے، چین میں کثرت سے شہر موجود ہیں، لیکن ہکوانکے حالات بہت کم معلوم

ہیں اور وہ بھی بالکل غیر محقق اور سطحی، ہندوستان، بلغار، چرکس، روس، سربیا، اولق اور بلاد فرنگ

جو طبع قطنینہ سے مغربی عجم تک پہلے ہوئے ہیں، اور سب کے سب نہایت وسیع ممالک ہیں، لیکن

ان میں ہم انکے شہروں کے حالات اور نام سے مخفی ہیں، جنوبی سوڈان میں مختلف قومیں بستی ہیں، مثلاً

عیش، زنج، انوبہ، تکرور، زلیح، وغیرہ لیکن انکی خبریں شاید ذرا درہم معلوم ہیں، اور اسکی وجہ یہ ہے کہ

اس فن پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں انکا تعلق زیادہ تر بلاد اسلامیہ سے ہے، اور اس میں بھی احصاء اور استقصاء

مقصود نہیں بلکہ صرف استفادہ کہ کسی چیز کا ایک حد تک جان لینا اسکے بالکل نہ جاننے سے بہتر ہے،

یہ کتاب اپنی جامعیت کے وجہ سے بچہ مقبول ہوئی، مولے محمد بن علی عرف سیاہی زاوہ المتوفی

۸۷۵ھ نے اسکو کسب قدر اضافہ کے ساتھ حروف تہجی پر مرتب کیا، اور اسکا نام اوضح المسالک الی

سفرہ البلدان والممالک رکھا، سلطان مراد خان ثالث دلی روم کی خدمت میں پیش کیا، اسکے بعد



اسکو مختصر کر کے ترکی میں ترجمہ کیا، اور یہ ترجمہ وزیر محمد پاشا کے نذر کیا،

یہ کتاب یورپ میں چھپ گئی ہے، پروفیسر نائو (Reinhold) التونی ۱۸۷۷ء

نہایت اہتمام سے شائع کیا، اور اسکا فرانسیسی زبان میں ترجمہ بھی کیا،

کتاب الکناش: صاحب ذوات الہیات کہتے ہیں،

### جلدات کثیرہ

اسکی بہت سی جلدیں ہیں،

ملا کتاب چلی نے کشف الظنون میں کنائش نامی ایک کتاب کا ذکر کیا ہے، اور لکھا ہے کہ

استد کتابین بیتین جنین پہلی کتاب نحو پر تھی، یہ تمام مجموعہ شعبان ۱۲۷۲ء میں تمام ہوا، اور اسکا

ہکوتا نام بہین معلوم، چونکہ ذوات الہیات اور کشف الظنون کا بیان قریب قریب ملتا ہوا ہے، نیز

تجیر بھی خود ابوالفدا کے زمانہ کا ہے اسلئے کوئی تعجب نہیں کہ کشف الظنون میں جس کنائش کا ذکر

وہ ابوالفدا ہی کی کتاب لکنائش ہو،

نظم حاوی: حاوی صغیر فقہ شافعی میں نہایت معتبر اور مستند کتاب ہے، اور علامہ نجم الدین

آزودینی التونی ۱۲۷۷ء کی تصنیف ہے، اسکی کثرت سے شرحیں لکھی گئی ہیں، اور بہت سے لوگوں

اسکو نظم بھی کر دیا ہے، انہیں میں ابوالفدا کی یہ نظم بھی ہے، یہ نظم اس درجہ کی غنی کہ قاضی شرف

مفتی اللہ جموی التونی ۱۲۷۷ء نے اسکی شرح لکھی،

کتاب الموازین: مختصر اور بہتر کتاب ہے،

المختصر فی اخبار البشر: دو جلدوں میں ہے، اور تاریخ ابوالفدا کے نام سے تمام دنیا میں

اس کتاب میں قدیم قوموں کا نہایت اختصار سے تذکرہ کیا ہے، اسکے بعد اسلامی عہد کا ذکر ہے

سنہ وار مرتب ہے، اور ۱۲۷۷ء تک کے حالات درج ہیں، قدیم قوموں کے حالات ایک مقدمہ

فصلوں پر تقسیم ہیں، مقدمہ میں تین چیزوں کو بیان کیا ہے، اول یہ کہ تاریخ قدیم میں مورخین بھی

اور اسکا سبب خود انکے ماخذ کا اختلاف ہے، دوسرے یہ کہ تورات کے تین نسخوں (سامری، عبری،

یونانی) میں تاریخ عالم کے متعلق کس قسم کا اختلاف ہے، تیسرے ایک جدول بنایا ہے جس سے دنیا کے

مہم شہور واقعات مثلاً جہیڈ آدم علیہ السلام، طوفان نوح علیہ السلام، ولادت حضرت ابراہیم علیہ السلام،

وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہجرت بنوی کے درمیان کا زمانہ معلوم ہوتا ہے، یہ نہایت ضروری

اور کارآمد جدول ہے،

پہلی فصل میں انبیاء علیہم السلام اور حکام بنی اسرائیل کا ذکر ہے، دوسرے میں شاہان فارس کا

بیان ہے، تیسری میں فرعون مصر، ملوک یونان اور قیصران روم کا تذکرہ ہے، چوتھی میں شاہان عرب

اور پانچویں میں دنیا کی اور قوموں کے حالات ہیں،

اس کتاب کی تدوین و ترتیب میں مصنف نے جو محنت کی ہے اور جس مقصد سے اسکو لکھا ہے

اسکو خود اسی کے زبان سے سنوا کہتا ہے،

”میرا ارادہ ہوا کہ اس کتاب میں تاریخ قدیم اور تاریخ اسلام کا اس حد تک تذکرہ کر دوں جو مجھ کو طویل

و ضخیم کتابوں سے بے نیاز کر دے، چنانچہ اسکے لئے میں نے حسب ذیل کتابیں اختیار کیں، اور ان سے میں نے

اسکو مختصر کر کے لکھا،

کامل ابن اثیر: اس میں ابتداء سے دنیا سے ۱۲۷۷ء تک کے حالات ہیں، اور تقریباً ۳۰ جلدوں میں

تجارب الامم ابن سکویہ، تاریخ ابوعسیٰ انجم، یہ مختصر کتاب ہے لیکن تاریخ قدیم پر ہے، تاریخ مظفری حموی

۴ جہ جلدوں میں ہے اور صرف مذہب اسلام کے ساتھ مخصوص ہے، ابن خلدان: تقریباً ۱۰ جلدوں میں

تاریخ ابن عساکر: چھ جلدوں میں ہے، تاریخ قیروان صہباجی، تاریخ الدول المنقطوعہ ابن ابی منصور، تقریباً

۹ جلدوں میں ہے، تاریخ علی بن موسیٰ اندلسی: دو جلدوں میں ہے، اور اسکا تمام لذۃ الاطعام ہے،

نیز اسکی دوسری کتاب المغرب، تقریباً پندرہ جلدوں میں ہے، مفرج الکروب، قاضی جمال الدین



یہی خاندان کی تاریخ ہے اور تین جلدوں میں ہے تاریخ حمزہ صفحہ ۱۳، چھٹی کتاب ہی تاریخ غلاطیہ،  
شرف انصاری، تورات باب قصۃ بنی اسرائیل، و سلاطین ۱۴

اس محنت کو دنیا نے کس نظر سے دیکھا؟ اسکا اندازہ اس قول سے ہوگا، امام ابن وردی فرماتے ہیں  
”مختصر فی اخبار البشران کتابوں میں ہے جسکے مثل کتابین نہیں پیدا ہوئیں، اور آدمی کو کبھی اس سے ناواقف  
نہ رہنا چاہیے، کیونکہ مصنف نے اسکو ان کتابوں سے ملخص کیا ہے جو بادشاہوں کے سوا دوسروں کو یہ نہیں سمجھ سکتے  
کتاب کے پڑھنے سے مصنف کے زور تحریر، سلاست بیان، اور ملکہ تاریخ نویسی کا بخوبی پتہ چلتا ہے  
جس زمانہ تک اس نے دوسری تاریخوں سے صرف اختصار کیا ہے وہاں تک نہایت بہتر اختصار اور آرا  
ضروری باتیں فراموش نہیں ہوئی ہیں، اور جہان سے خود چشم دید واقعات لکھے ہیں وہاں سے ایک  
عجیب عالم پیدا ہو گیا ہے، امر خفیات کو چھوڑ کر نہایت مفید باتیں لکھتا ہے جس سے اس عہد کے تمدنی اخلاقی  
معاشرتی، علمی اور سیاسی حالات و فتنہ نظر کے سامنے آجاتے ہیں، اور اسکی کتاب حقیقی معنی میں ایک تاریخی  
تصنیف کہلائی سکتی ہو جاتی ہے، مثلاً وہ جب مصر کا سفر کرتا ہے اور خلعت یا دوسرے کپڑے ملتے ہیں تو  
کپڑوں کی شکل و صورت کے ساتھ یہ بھی تصریح کرتا ہے کہ وہ اسکندریہ کے بنے تھے یا کسی اور کارخانہ کے  
تیار شدہ تھے، کسی غزوہ میں جاتا ہے تو راستہ کی منزلیں، سرک، پل، رعایا کی حالت، انکی زبان، فوج  
کی ترتیب، حملہ کی سمتیں، اور اس طرح کی تمام ضروری باتوں کو ایسے انداز سے بیان کرتا ہے کہ واقعات کی تشریح  
آنکھوں میں پھر جاتی ہے، مثال کے طور پر ہم ملطیہ کا بیان پر تذکرہ کرنا چاہتے ہیں، ابوالفدا لکھتا ہے۔

ہم طلب سے عین تاب کی طرف چلے، پھر مرزبان، پھر رعبان، پھر نزار زق پر پہنچے اور

اسکے رومی پل کو جو تڑپے ہوئے پتھروں سے بنا تھا عبور کیا، یہ پل اتنا بڑا تھا کہ میں نے ویسا کبھی

نہیں دیکھا، اور قلعہ منصور کو پہنچے وہاں ہاتھ چوڑا اور یہ ہے شمال کی جانب تھا، اور ذیل الجبل پہنچکر

وہاں کی ایک سرسے کے قریب جسکا نام خان محمد الدین تھا، پھر سے، اور در بند کو پہنچے عبور کیا، اس  
در بند کا نام وہاں کے لوگوں کی زبان میں بند طنجی در ہے، در بند چونکہ بہت تنگ مقام تھا اسلئے  
لشکر و دون اور دورات میں اس سے گزر سکا، پھر ہم زبطہ چلے اور یہ چھوٹا سا ویران شہر ہے، پھر  
پہنچ کر صبح ۲۲ محرم منافق ۲۴ فسان (رومی مہینہ) کو ملطیہ آئے اور اسکا مہین ویسا سے محاصرہ  
کیا، اسوقت وہاں کا حاکم (جسکا نام جمال الدین خضرتا اور جو بعض امرائے روم کے خاندان سے تھا،  
اور اسکے باپ دادا بھی ملطیہ کے حاکم رہ چکے تھے، اور یہ خضرتا میر کے لقب سے مشہور تھا، جسکے معنی  
وہاں کے نصاریٰ کی زبان میں امیر کبیر کے ہیں) ملطیہ کے اس پہانک سے جو قبلہ رخ ہے، قاضی شہر  
اور عائدین کے ساتھ نکلا اور یہیں امان چاہی۔“

ابوالفدا نے اس کتاب میں چشم دید واقعات کے علاوہ بعض روایتیں بھی کی ہیں، لیکن وہ بہت کم  
اور نہایت مستند ہیں، مثلاً علامہ جمال الدین محمد بن سالم شافعی سے بادشاہ حقیقہ کی سلسلی، اور وہاں کے  
شہروں کے حالات نقل کئے ہیں، علامہ موصوف ان ممالک میں ۵۹ھ میں ظاہر بیبرس کے سفیر بن کر گئے تھے  
ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ ابوالفدا نے اس کتاب میں ۱۲۸ھ تک کے واقعات لکھے ہیں اسکے  
بعد سے جو واقعات ملتے ہیں وہ امام زین الدین عمر بن مظفر شافعی المعروف بہ ابن لوردی کے ہیں، انھوں نے  
۱۲۹ھ تک اس میں واقعات کا اضافہ کیا تھا، انکے بعد قاضی ابوالولید محمد بن شحمہ حنفی التونی ۱۳۱ھ تک  
اضافہ کیا، اور ۱۳۲ھ تک واقعات لکھے،

(باقی)



# مسائل و مسائل

## محبوب الارث

(۲۱)

از جناب مولوی حافظ محمد اسلم صاحب جیل چوہدری

شبہ چہارم

صحیح بخاری کتاب الفرائض میں ہے، ولایت ولد الابن مع الابن

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں پوتا وراثت نہیں پاتا،

### جواب

اس جملہ کے معنی تو یہ ہوں گے کہ بیٹے کی اولاد خود اس بیٹے کی موجودگی میں وراثت نہیں پاتی۔ اس کے

اس جملہ میں دونوں جگہ لفظ ابن پر الف لام تعریف کا ہے، اور اصول فقہ میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ ایسی صورت میں دونوں سے مراد ایک ہی ذات ہوتی ہے، چنانچہ لفظ الاولاد میں ہے،

المعرفة اذا اعيدت كانت الاولى عين الثانیة، سرفہ جب دوبارہ لایا جائیگا تو پہلا بعینہ دوسرا ہوگا

چنانچہ اسی بنیاد پر اس میں لکھا ہے کہ اس آیت میں

فَانَّ مَعَ الْعَسْرِ نُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعَسْرِ نُسْرًا، یقیناً دشواری کے ساتھ آسانی ہے یقیناً دشواری کے ساتھ آسانی ہے

عسر ایک اور نُسیر دہ بھی گئے ہیں، اور سند میں شاعر کا یہ شعر پیش کیا ہے،

اذا اشتدت بك البلوى ففكر فى العشر ففسر بين يسرين اذا فكرت فى فراح

جب تجھ پر دُشوار کی شدت ہو تو اَلْمُشْرَح کی سورۃ میں غور کرو کیونکہ ایک دشواری دو آسانوں کے درمیان یہ سچا خوش طبع

اصول فقہ کی رو سے اسکے معنی یہی ہوں گے کہ بیٹے کی موجودگی میں خود اس کی اولاد محروم رہتی ہے یہ نہیں کہ

کسی بیٹے کی موجودگی میں بیٹیوں کی اولاد حصہ نہ پاسے اسلئے یہ چارے مدعا کے مخالف نہیں ہیں بلکہ مطابق ہے،

علاوہ برین یہ حدیث بنوی نہیں ہے، صرف حضرت زید بن ثابت کا قول ہے، اور تفسیر اور حدیث کی کتابوں کے مطالعہ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم وراثت کے مسائل میں اکثر رائے رکھتے تھے، اور ان میں باہم ایک دوسرے سے اختلاف ہو جاتا تھا، چنانچہ کئی سکون میں حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت زید بن ثابت میں اختلاف واقع ہوا ہے، اور ایک نے دوسرے کی رائے کو نہیں تسلیم کیا، فتح الباری میں حد کے متعلق ایک قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر نے اس کی وراثت کے بارے میں اپنے زمانے میں تفصیل کے لئے اور سب ایک دوسرے سے مختلف تھے،

### شبہ پنجم

امام بخاری نے یہی باب باندھا ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں بیٹے کی اولاد وراثت نہیں پاتی،

### جواب

بیشک، لیکن جو دلیل وہ اسکے اوپر لائے ہیں وہ ایک تو یہی حضرت زید بن ثابت کا قول ہے جس کے متعلق تفصیل کے ساتھ ہم لکھ چکے ہیں، دوسری ”اولی رجل ذکر“ والی حدیث ہے، جس کے بارے میں ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ صرف کسی جزئی مسئلہ کا حکم ہے، قانون کلی نہیں ہو سکتی،

### شبہ ششم

جب بڑے بڑے علماء و فقہائے اُست نے خلی بزرگی اور علمی عظمت کو تم خود تسلیم کرتے ہو، اپنی کتابوں میں تصریح کے ساتھ لکھ دیا ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں تیم اولاد محبوب ہوتی ہے تو پھر تم اس مسئلہ کو کیوں تسلیم نہیں کرتے۔

### جواب

ان تصریحات سے میں بھی واقف ہوں، لیکن فقہی مسائل میں ہر ایک فقہ سے خواہ وہ کتنا ہی منظم و محکم کیوں نہ ہو اختلاف کرنا حق حاصل ہے، اور خاکسار اس مسئلہ میں جبکی عدم صحت کے قوی دلائل ہمارے پاس ملے یہ بات میرے جواب میں درجہ دیوبند کے مفتی صاحب نے لکھی ہے،



موجود ہوں، ایسے تنازع کی صورت میں قرآن شریف یہ حکم دیتا ہے،

فان تنازعتم فی شئی فردوا الی اللہ والرسول  
ان کنتم تو مضمون باللہ والیوم الآخر

اسلئے تا وقتیکہ قرآن شریف کی کسی آیت سے اس مسئلہ کا ثبوت نہ پایا جاسے، یا کوئی حدیث صحیح یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا کوئی فیصلہ پیش نہ کیا جاسے اس وقت تک ہم کو ہرگز ایسا مسئلہ تسلیم کر لین جو اسلامی شفقت پر انسانی فطرت کے بھی خلاف مدیم ہوتا ہے، اور جسکے مان لینے سے دشمنان اسلام کو اسلام کے قانون پر اعتراض کرنے کا موقع ملتا ہے، علمائے امت نبی تو نہیں ہیں کہ مصدوم ہوں، چنانچہ خود ان میں باہم بیشمار اختلافات ہیں قطعی حجت کلام اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہی ہے اور بس، قرآن اور حدیث دونوں متونی بیٹے کی اولاد کو قطعاً محروم نہیں کرتے، نفع میں اقرب کا صحیح مفہوم متبیین نہیں کیا گیا، جسکی وجہ سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ یتیم اولاد کو محجوب قرار پائی، حالانکہ خود فقہاء کے بیان اسکے خلاف مثالیں موجود ہیں، مثلاً بیٹی کے ساتھ پوتی کو بھی وہ حصہ دلاتے ہیں، بیٹی پوتی، بیروٹی، سکروٹی سب کو ایک درجہ میں رکھ کر برابر ترکہ دیتے ہیں لیکن یتیم اولاد کے بارے میں اگر ایک قلم حب حرمان کا فرمان صادر کر دیتے ہیں،

بالہ این نکتہ توان گفت کہ آن شیریں لب کشت مارا دم عیے مریم با دوست

یتیم اولاد کو خاندان شتر کر سے خارج کر دینا، اور انکو ہمیشہ کے لئے انکے آباء و اجداد کی جائداد و ملکیت محروم کر دینا ایک ایسا خلاف فطرت قانون ہے کہ تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر انصاف پسند عقلا اسکو جائز کہنے پر کوئی شخص تہمت سے دل سے سوچ کر انصاف سے کہے کہ خدا نخواستہ اگر وہ خود یا اسکی اولاد اس قانون کے تحت محجوب ہو تو کیا وہ اسکو پسند کریگا؟ لہذا ہرچہ وجود نہ پسندی بر دیگران پسند، قرآن شریف میں ہے،

ولیغش الذین لو ترکوا من خلفہم ذریتہ

ضعافاً خافوا علیہم۔ فلیستقوا اللہ ولیقوا

تو لا سدیداً،

پوتوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت قرار دیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے،

واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجاً وجعل

لکم من انر واجکم بنین وحفدۃ و

شرقتکم من الطیبات اقبال باطل یومنون

وبنعمۃ اللہ ہم ینکفرون

کی نعمت انہی کی قدر و حرمت یہی ہے کہ وہ خاندان سے خارج اور اپنے باپ دادا کی کمائی اور محنت کے ثمر سے محروم کر دیجاسے اور در بدر بھوکریں کھاتی پھرے،

یتیم اولاد کے محجوب کرنے میں صرف یہی خرابی نہیں ہے کہ وہ اسلامی شفقت اور انسانی فطرت کے خلاف ہے،

بلکہ معاشرت میں اس سے خرابیاں واقع ہو سکتی ہیں، ایک خرابی تو یہ ہے کہ محجوب اولاد کے دل میں محرومی

کی وجہ سے رنجش پڑ جاتی ہے، کیونکہ ہر شخص فرشتہ تو نہیں ہے کہ مادی جذبات سے بالاتر ہو، انسان کی فطرت

اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ میرے ہی بزرگوں کی کمائی سے جنکا خون میری رگوں میں گردش

کر رہا ہے، میرے چچا زاد بھائی تو عیش و عشرت کر رہے ہیں اور میں بلا کسنی تصور کے اسے بالکل محروم ہوں تو اسکو

صبر نہیں آتا،

سخن درست گویم نے تو انہم دید کہ سے خورند حریفان و من نظارہ کنم

اس رنجش کی بدولت خاندان میں ایک دائمی عداوت کی بنیاد قائم ہو جاتی ہے، جسکی وجہ سے دینی اور دنیاوی

برکتیں مفقود ہو جاتی ہیں، اور ترقی میں رکاوٹ پڑ جاتی ہے بلکہ بعض حالتوں میں یہ عداوت خاندان پر تباہی اور بربادی لاتی

دوسری خرابی یہ ہے کہ جب لائق بیٹوں کو جو باپ کے خاندان کے ہیں، اور اسکی ملکیت کے انتظام و ترقی میں







## ادبیتا

## درس مساوات

نازش دودہ عباسیہ ہارون رشید  
 ساتھ شہزادہ مامون و امین دونوں تھے  
 اس زمانہ میں مدینہ کا تھا گوشہ گوشہ  
 مجلس خاص مگر مسجد نبوی میں تھی  
 یہ وہ تھی برہم جہان قال رسول گستا  
 نغمہ نجان ازل دور سے بیان مہربان  
 ہر طرف زمزمہ حدیثا اخبونا  
 ایک لفظ یہ بیان جمع تھا سا عالم  
 آرزو تھی یہ خلیفہ کو مدینہ آکر  
 پہنچا یہ حکم خلافت کے اے ابن انس  
 اسلئے آج یہ بہتر ہے کہ اعلیٰ حدیث  
 سن کے فرمان خلافت کو یہ ارشاد ہوا  
 ہی یہ علم نبوی تیرے ہی گھر کی دولت  
 سن کے ہارون نے دربار امامت کا  
 خود شہزادہ وہاں میں حاضر ہو گئے

اک دفعہ شہر مدینہ کا کیا اس نے سفر  
 ایک تھا تخت جگر دوسرا تھا نور بصیر  
 چشمہ نور بدے، منیع قرآن و اثر  
 سند مالک ابن انس پاک گہر  
 نہ کوئی اور صدا تھی نہ کوئی اور خبر  
 قدسیان حرم پاک یہاں گوش بدر  
 ہر طرف شور فغان صل علیٰ خدیو بش  
 ہندو چین تمام و عرب مغرب مصر و ہند  
 جائیں محروم نہ اس سے مرے تخت جگر  
 مجمع عام میں جاسکے تہنیں میرے سپر  
 آپ دین خاص تہنیں ایوان شہی میں آکر  
 "خلیفہ اتری تعمیل ضروری ہی مگر  
 خواہ حرمت اس سے خواہ اہانت لہی کر  
 پہنچا پیغام کہ خیر آپ آمین گے اگر  
 لیکن اور دن کا ہنوز ہم میں اس وقت گذر

مالک ابن انس نے اسے کہلا بھیجا  
 "میرے کا شانہ میں ممکن نہیں تمیز بشر

درگہ خاص نہیں، درگہ عام عام یہی  
 ہوسا ذات بشر یعنی اسلام یہ ہی

"بعضی"

## یادِ حسرت

از سجاد انصاری بی - ۱ - اے ایل ایل بی

اے وہ کہ جو کرچکا ہے برسوں  
 صدق بیباک کا فسانہ  
 آئینہ بے خودی کا جوہر  
 ہستی شکن طلسم باطل  
 حسن تخیل کا سراپا  
 افسانہ نگار ہستی دل  
 "اک محشر اضطراب خاموش"  
 بہت کو سکھا دیا ہے تو نے  
 تیری کوشش کی ہر خزانہ  
 تیری ناکامیاں میں پہنان  
 تیرے آنسو کا ایک قطرہ  
 کب تک تجھے رہیگی آخر  
 کب تک کرتے رہیں گے یہ سب

زندگیاں ستم کی سیہما نی  
 ایتھار غموش کی کسانا  
 موجِ اخلاص کی روانی  
 اک نغمہ ساز آسمانی  
 ہنگامہ رنگ بوستانی  
 آرائش عالم معانی  
 اللہ سے تیری بے زبانی  
 آئینِ خلوص پاستانی  
 اک ناز بہار جاودانی  
 نیزنگ بہشت کا مرانی  
 سرمایہ دامن کیانی  
 آشفقہ سروں کو بدگمانی  
 ناموس جفا کی پاسبانی



آتش زن خرمین ستم ہے پیری خاموش نوحہ خوانی

”فریاد کی کوئی لے نہیں ہے

نالہ پابند نے نہیں ہے“

## عرض نیاز

مولانا نیاز فچیوری مذوی

تولی واعطا ہوئے وکنارین کوئے سن دغوشے دیل خم چشمی فروئے  
نظر ستم پر ستم چہ شوخ خبر ندانم زنگاہ کیف پرور گرم دہی تو نوئے  
چہ زبید کے یہ عہد نگہ منون طرازت کہ چکد ہزار بابل زنگاہ سحر کوئے  
چو شدست حق پسندے بچین مقال اعط نہ وہی مرا خدا یا سرگوش حق نوئے

نہ نیانہ ہم بلوے دل پر کوں دیدی

سحر بیاض گردن تمبر برہنہ دوشے

## سوز بیان

مولوی شائق احمد غمانی مؤلف تفسیر القرآن

اے سوختہ سامان دل مگر بھر کو نہ لیکر جل بھاتی ہی تجھے سوزش پہلو سے جدا ہوا  
فریاد نہ کر بلبل، صیاد نہ چھوڑ بگا ہی یہ نفس چوپین، خود تو ڈور ہا ہوا  
تک راہ نہ اٹھ اٹھ کر عیار کا وعدہ کیا خود اپنا سیاح بن، اسی درود واد ہوا  
منون اثر ہو کر یہ کھونہ دے خود داری اسی آہ نکل دل سے ہمراہ دعا ہوا

## مطبوعہ علیحدہ

خلافت محمدیہ، خلافت کا مسئلہ اسلام کے دو عظیم الشان فرقوں میں ایک مدت سے معکوز آ رہا ہے، فرقین نے زور استدلال، اور قوت برہان کے اچھے اچھے تماشے دکھائے، لیکن افسوس ہے کہ سنجیدگی، متانت اور تہذیب کے ساتھ ہماری زبان میں کم کتابیں لکھی گئیں، عموماً ایسا طرز تحریر اختیار کیا گیا جو سمجھنے کی قوت کو تیز کر نیکی بجائے سلب کر لیتا ہے، جناب مولانا ابوالوفاشنا، اللہ صاحب اترسری نے مخالف فرقوں کی تردید و مناظرہ میں جو سچی شہرت حاصل کی، وہ محتاج بیان نہیں، مولانا نے موصوف نے خلافت محمدیہ کے نام سے اہل السنۃ اور شیعہ فرقوں کے مابین نقطہ اختلاف یعنی مسئلہ خلافت کا صرف قرآن مجید اور متفق علیہ اصول سے فیصلہ لکھا ہے، فیصلہ مذکور نہایت صلیح و بیانیہ اور متین پیرایہ بیان میں سنایا گیا ہے، دلائل کی نوعیت تقریباً اسی قسم کی ہے جو جا حظ نے اپنے رسالہ سنت میں اختیار کی ہے، قیمت ۴ روپے ۴۰ صنف، پتہ: دفتر اہل حدیث اترسری تہذیب القواعد، اردو صرف و نحو کی یہ نئی کتاب قاضی عبدالرحمن صاحب حیرت مدرس فارسی مسلم جارج اسکول اعظم گڑھ نے تالیف کی ہے، قاضی صاحب نے اس کا خاص لحاظ کیا ہے کہ قواعد مختصر ہوں اور مثالیں اساتذہ حال کے کلام سے ہوں، عموماً اردو قواعد کی کتابوں میں عاشقانہ غزلوں کے اشعار درج کئے جاتے ہیں، مولف نے مولانا حالی، مولوی نذیر احمد اور علامہ شبلی وغیرہ کے قومی و اخلاقی اشعار سے استناد کیا ہے، آخر میں انگریزی اور اردو صرف و نحو کے مصطلحات کا فرہنگ دیدیا ہے، انگریزی اسکولوں کے طلبہ کیلئے خاص طور پر یہ کتاب مفید ہوگی، قیمت ۰۶ روپے ۰۰ صنف کے پتہ سے طلب کیجئے،

انقلاب یورپ، فرانس کے مشہور افسانہ نویس مارسل لیبلانک کے افسانہ ۱۸۸۱ء کے انگریزی ادیشن کا اردو ترجمہ، اس افسانہ میں جرمنی و فرانس کے سیاست مختلفہ کے راز کی دریافت اور سر اغرسانی کے عجائبات کا نقشہ دکھایا گیا ہے، افسانہ کی دلکشی اور خوبی میں کلام نہیں، ترجمہ کی زبان بھی پری نہیں لیکن



کاش یورپین فسانوں کے تراجم سے اہل ہند صرف نمونہ کا کام لیتے، اور خود اپنی ملکی و قومی ضروریات کے مطابق اسکو ڈھال سکتے، ورنہ محض نقالی اور دوسرے قوموں کے اخلاق و جذبات کا فقط تفریح طبع کیلئے تماشا دیکھنا، تصنیع اوقات کے مرادف ہے، صفحہ ۲۹، طبع وکاغذ معمولی، قیمت ۱۸ پتہ: لال برادرین پبلشرز، پارسنر روڈ، لاہور،

صبح زندگی، جناب مولوی راشد الخیر صاحب دہلوی نے فسانہ نویسی میں جو شہرت عام حاصل کی ہو وہ ششائیل ادب سے مخفی نہیں، گو ان کے قدر شناس انکو مولانا نذیر احمد مرحوم کے طرز تحریر کا مقلد کہتے ہیں لیکن میرے نزدیک سرنسے مقلد نہیں بلکہ اس تقلید میں بھی ایجاد کی شان پیدا کی ہے، انھوں نے مولانا نذیر احمد مرحوم کے اسٹائل کے ساتھ جو عموماً روزانہ زندگی کی واقعہ نگاری پر مشتمل ہوتی تھی، تخیل آفرینی اور تصویر کشی کا بھی اضافہ کر دیا ہے،

صبح زندگی مولوی نذیر احمد مرحوم کی مرآۃ العروس اور نبات النش کے خاکہ پر لکھی گئی ہے، یعنی قصہ کے ذریعہ سے اسباق علی و علی کی تعلیم، ساتھ ہی ساتھ قلم کا تخیل ایک جگہ ٹھہرنے نہیں دیتا، لیسیمہ جسکو اس فسانہ کی ہیروئن کہنا چاہیے، اس کے زمانہ طفلی کے اخلاقی و تعلیمی حالات پیچ پیچ میں آتے جاتے ہیں، زبان کی زمانہ بچہ کا لہجہ، اور ٹھیک زبان کا لطف نہایت خوب ہے،

شام زندگی، صبح زندگی کا تتمہ ہے، لیسیمہ کی شادی سے موت تک کے واقعات اس حصہ میں ہیں، لیسیمہ بھی وہی قلم اور وہی زبان ہے، واقعات کے اثنائ میں اخلاقی تعلیمات ہیں، موت کا فلسفہ برا نہیں لکھا، ازمنہ ثانی کی بحث بھی خاصی ہے، جا بجا تقریریں اور خطوں کے چکمانہ تلخ کھونٹ کو تاثیر اور عبارت کی شیرینی گوارا بناتی چلی گئی ہے، دونوں حصے متوسط کاغذ پر عہدگی سے چھاپے گئے ہیں، پہلے کی ضخامت ۷۷ صفحہ، قیمت ۱۸ پتہ: درویش پریس دہلی، دوسرے کی ۱۲۲ صفحہ، قیمت ۱۸

پتہ: درویش پریس دہلی،

مجلد سوم	ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۶ مطابق ستمبر ۱۹۱۸ء	عدد سوم
----------	-------------------------------------	---------

## مضامین

۱۱۴	۱۱۴	شذرات	(۱)
۱۲۶	۱۱۶	ہندو فارسی شعراء	(۲)
۱۳۲	۱۲۶	مصر کے مناظر اجتماعی	(۳)
۱۳۶	۱۳۳	مولانا بشلی مرحوم کے روزنامچہ کے چند اوراق	(۴)
۱۴۳	۱۳۶	دین حنیف	(۵)
۱۴۶	۱۴۴	مسلمانانِ روس	(۶)
۱۵۶	۱۴۸	خطابۃ العرب	(۷)
۱۶۳	۱۵۸	ابوالفدا	(۸)
۱۶۵	۱۶۴	نامہ حالی	(۹)
۱۶۶	۱۶۶	ادبیات	(۱۰)
۱۶۸	۱۶۶	مطبوعات جدیدہ	(۱۱)

## سیرۃ نبویؐ

قسم اول	مجلد ۱	فیر مجلد ۱
قسم دوم	۱	۲
قسم سوم	۳	۴